قرآن مَجید

کے مسلمانوں پر

حُقوق

تالیف

فضیلۃ الشیخ صہیب احمد حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

توزیع

مکتبہ بیت السلام الریاض

٤٤٦٠١٢٩

قرآن مجید
کے مسلمانوں پر
حقوق
تالیف
فضیلۃ الشیخ صہیب احمد حفظہ اللہ
فاضل مدینہ یونیورسٹی
توزیع
مکتبہ بیت السلام الریاض
٤٤٦٠١٢٩

قُرآن مَجید

کے مسلمانوں پر

حُقوق

تحریر

فضیلۃ الشیخ صہیب احمد حفظہ اللہ

فاضل مدینہ یونیورسٹی

توزیع:

مکتبہ بیت السلام الریاض

٤٤٦٠١٢٩

ح قاري صهيب احمد ، ١٤٢٢هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

احمد ، قاري صهيب

حقوق القرآن على المسلمين .- الرياض .

١٧٠ ص ؛ .. سم

ردمك ١- ٨١٧ - ٣٩ — ٩٩٦٠

(النص باللغة الاوردية)

١- القرآن — مباحث عامة أ- العنوان
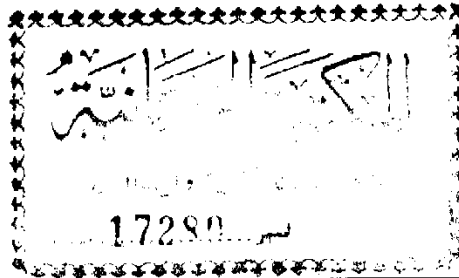
ديوي ٢٢٩,١ ٢٢/ ٣٥٢٨

رقم الإيداع : ٢٢/٣٥٢٨

ردمـك : ١- ٨١٧- ٣٩ — ٩٩٦٠

جـــوال
٠٥٤١٥٢٧٧٦

تقسیم کننده

مكتبـة بيـت الســلام

جوال : ٠٥٥٤٤٠١٤٧

بسم اللہ الرحمن الرحیم

المقدمة

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، أَمَّا بَعْدُ!

دینِ اسلام قرآن مجید کا نام ہے جس کی توضیح وتکمیل سنت رسول اللہ ﷺ نے کی۔ قرآن مجید ایک ایسا لائحہ عمل اور نصب العین ونوشتہ بے مثال ہے کہ جس نے بھی اس کو سینے سے لگایا اس کی جہالت وپریشانیوں ومصائب وآلام کی زنجیریں پاش پاش ہو کر گر گئیں اور کشکول گدائی وغلامی کی کرچیاں بکھر گئیں اور وہ اس کی صداقت اور جامعیت واکملیت کے گیت الاپتا ہوا علی الاعلان کہتا ہے کہ

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچ آتے ہیں اے واعظ
حقیقت خود کو منوالیتی ہے مانی نہیں جاتی

دنیائے دنی اور عالم فانی میں ہر عنصر اپنے حقوق کا متلاشی اور متقاضی ہے اور حتیٰ کہ انسانیات وحیوانات کے حقوق کے حصول کیلئے دسیوں پروگرام اسٹیج کیے جاتے ہیں اور اپنے حقوق کو حاصل کرنے کیلئے ہر آن محو گفتگو ہوتے ہیں اور ممکن وغیر ممکن کاوشیں بروئے کار لائی جاتی ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ ہر شخص حقوق لینے کا ہی ڈھنڈورا پیٹتا ہے اس کو یہ نہیں پتہ کہ اسلام کے ساتھ منسلک ہونے سے مصدر ومنبع اسلام (قرآن مجید کے حقوق مجھ پر بھی ہیں۔ میں اُنکو بھی ادا کر رہا ہوں کہ صرف اپنے بناوٹی حقوق کا رونا ہی رو رہا ہوں۔ انہیں قرآنی حقوق کو یاد کروانے اور ان کی حقیقت سے باور کروانے کیلئے تقریبا ۲۳۰ احادیث مبارکہ کو سامنے رکھ کر اپنے جذبات کو قلم وقرطاس کے حوالے

کیا گیا ہے۔شاید کہ مولائے رحیم وکریم ان جذبات سے ان بھولے بھٹکے بھائیوں کیلئے مشعلِ راہ کا توشہ مہیا کر دے جو کہ اسلام کے نام لیوا اور قرآنِ مجید کے محبّ تو ہیں لیکن اس کے حقوق سے یا تو بے خبر ہیں یا باخبر ہونے کے ساتھ ان کی حقیقت سے دور ہیں اور بشری غلط فہمیوں کا شکار ہو کر لقمہ دساوس شیطان بن کر ان کو فراموش کر چکے ہیں اور دنیائے فانی میں محو ومگن ہو کر جنت کی ان کو لذتوں کو بھول چکے ہیں جو لذتیں ''نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی کان نے ہی سنا ہے اور نہ ہی کسی کے دل میں ہی ان کا خیال آیا ہے'' [البخاری ۳۰۷۹ ومسلم ۲۸۲۴]

چنانچہ اس کتابچے کی تیاری میں مندرجہ ذیل اُمور کا خیال رکھا گیا ہے۔

- اس کی اساس قرآن وسنت کو بنایا گیا ہے چنانچہ ہر قسم کے تعصب وجانبداری کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دلائل کو ''غیرتِ قرآنی'' کی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔
- اَحادیثِ مبارکہ کی لمبی تخریج سے (طوالت کے خوف سے) گریز کرتے ہوئے صرف حدیث کا نمبر دیا گیا ہے مثلاً [البخاری ۳۰۷۲] یعنی بخاری شریف کی حدیث نمبر ۳۰۷۲ ہے لیکن اگر ترقیم میسر نہ آسکی تو پھر جلد نمبر اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے مثلاً [فتح الباری ۹/۱۲۲] یعنی فتح الباری کی جلد نمبر ۹ اور صفحہ نمبر ۱۲۲ پر یہ چیز موجود ہے۔
- اس بات کی سعی کی گئی ہے کہ اسلوب سادہ اور عام فہم ہو اور اختصار کے ساتھ تمام جزئیات کا اِحاطہ ہو سکے نیز کوشش کی گئی ہے کہ احادیث تمام کی تمام صحیح ہوں۔
- مدعا کو متعین کرنے کیلئے لغوی اور اشعار کی چاشنی ملانی پڑی اور آخر میں جو مراجع سامنے تھے ان میں سے اکثر کا ذکر کر دیا گیا ہے اور ''خلاصہ وخاتمہ'' میں ساری گفتگو کا لبِ لباب ذکر کرنے کے بعد برادرانِ اسلام سے قلبی اور محبت بھری اپیل کی گئی ہے۔

شکر و دُعا

اللہ خالق مطلق و مالک ارض و سماء کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ پر اپنی خاص رحمت فرمائی اور مجھ جیسا ناکارہ اور مقصر بھی اپنے قلم کو قرآن مجید کے متعلق حرکت دینے کے قابل ہوا اور اب اسی سے عاجزانہ التماس والتجا و دعا ہے کہ اے باری تعالیٰ! تو اس حقیر سی کوشش کو اپنی رضا کیلئے خاص فرمالے اور میرے لئے اس کو توشہ آخرت بنادے (آمین)

رب ذوالجلال سے یہ بھی عاجزانہ دُعا ہے کہ وہ میرے والد کو اعلیٰ علیین میں سکونت دے جنھوں نے اس قرآن مجید کو خود بھی اپنے سینے میں محفوظ کیا اور اپنی آل اولاد کو بھی اسی پٹڑی پر چڑھایا اور بیسیوں قرآن مجید کی نعمت سے محروم گھروں اور اُدھیڑ عمر بزرگوں کو قرآن مجید پڑھایا اور میری والدہ محترمہ کو صحت وعافیت سے نوازے جو کہ اپنی پوری زندگی قرآن مجید کی تعلیم و تربیت میں اور اس کی فکر میں بسر کر رہی ہیں۔ اور میری دعا ہے کہ میرے بھائیوں اور بہنوں کو توفیق دے کہ جس طرح انہوں نے میری تعلیم کے سلسلہ میں ہر ممکن فراوانی مہیا کی (اور خصوصاً میرے استاد و برادر کبیر قاری محمد ابراہیم صاحب جنھوں نے ''غیرت قرآنی'' کو والد کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے میرے سینے میں بتوفیق اللہ پیوست کرنے کی حتی المقدور کوشش کی) وہ اس سے بڑھ کر اس عظمت قرآنی کے تاج کو اپنی اولادوں پر سجائیں اور اپنی اہلیہ کیلئے دعا گو ہوں (جس نے میری تدریسی وتالیفی و دیگر مصروفیات کا خیال رکھتے ہوئے ہر ممکن میری خدمت و مساعدت کی) کہ اللہ اس کو دین حنیف اور قرآنی غیرت کی علمبردار بنائے اور میرے بیٹے و بھانجے و بھتیجوں کو اس غیرت قرآنی کا امام بنائے (آمین)

آخر میں مولائے رحیم وکریم سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتابچہ کو میرے اور میرے

والدین و بہن بھائیوں واقرباء واساتذہ کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے ﴿ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ☆ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴾

والله المستعان وبه الثقة والتكلان

نوٹ: اہل علم وعرفان سے انتہائی ادب سے گزارش ہے کہ وہ شاعر کے اس شعر

وإن تجد عيباً فسد الخللا — جل من لا عيب فيه وعلا

من عاب عيباً له عذر فلا وزرا — ينجيه من عزمات اللوم متثرا

وإنما هي أعمال بنيتها — خذ ما صفا واحتمل بالعفو ما كدرا

کو سامنے رکھتے ہوئے ہر قسم کی غلطی (جو کہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں) کی اصلاح بھی کریں اور آگاہ بھی کریں میں انتہائی ممنون ہوں گا جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ (رحم الله من أهدى إلينا عيوبنا) [صيد الخاطر ٩٥] ''اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ہماری غلطیاں (ان کی نشاندہی) ہمیں ہدیہ کے طور پر دیتا ہے (جو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو (آمین)

اَخوکم فی اللہ: صُہَیب اَحمد

۱۴۲۲/۴/۲۳ھ

کتابچہ لکھنے کا مقصد

قرآن مجید ہدایت ونور کا سرچشمہ ہے اور زندگی کے جملہ معاملات کا حل ہے جو اس کے حقوق کو پورا کرنے کے بغیر ممکن نہیں۔ آج کل کے مادہ پرست دور میں ہر شخص افراط وتفریط کا شکار نظر آتا ہے کوئی اس کی تلاوت پر ہی سالہا سال لگا کر اسی پر قانع ہو جاتا ہے اور حقیقت قرآن صرف تلاوت کرنے اور اس کے متنوع لہجات کے حصول کو سمجھتا ہے دوسرا اس کی تلاوت سے اپنی کم علمی وجہالت کی وجہ سے دور ہے پھر اس محرومی کی آگ مخالفت کر کے اگلتا ہے تیسرا سرے سے ہے ہی منکر کہ ایمان لانا تو یہ ہے کہ قرآن کو قرآن پاک کہہ دیا اور غلاف میں بند کر کے اونچی جگہ پر سجا دیا، چوتھا اسی قرآن کو نہ پڑھتا ہے نہ عمل کرتا ہے بلکہ اس کا ایمان اور اس کی کاوشیں اپنے من پسند گھڑے ہوئے اصولوں کیلئے قرآن مجید سے دلائل تلاش کرنا ہے اور عقل وخرد کی گتھیاں سلجھانا ہے اور پانچواں صرف دعوت یا جہاد کا لفظ ہی جانتا ہے اور پوری زندگی اسی میں کھپانے کا عزم کیے ہوئے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر اس کا ایمان ہی نہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اور یہ محفوظ ومصون تمام اوصاف (متن ومدعا کے تمام گوشوں) کے ساتھ ہم تک پہنچا ہے تو پھر اس کا دعوت دینا، جہاد کرنا کہاں ثمر آور ہو سکتا ہے کیونکہ اسی دعوت وجہاد کا مصدر تو قرآن مجید ہے تو اگر اصل ہی ناقص ہے (نعوذ باللہ) تو پھر فرع کا کیا اعتبار اسی طرح ایمان کے بعد وہ خود اس کو پڑھتا نہیں اور سمجھتا نہیں تو پھر وہ کسی کو کیسے تبلیغ کر سکتا ہے اسی طرح تلاوت پر ہی زور دیتا رہے اور نمازوں کا چور رہے داڑھی کا چور رہے دھوکے بھی دے تو عمل کے بغیر تو اس کا ایمان ہی متحقق نہیں ہوگا چہ جائیکہ وہ تلاوت کو ہی اصل سمجھ کر قانع ہو کر بیٹھا ہے جب تلک وہ دعوتی میدان میں قرآن مجید کا اسلوب اور

نبوی اسلوب سامنے نہیں رکھے گا اس کو کامیابی ممکن نہیں۔ تو اسی غرض سے یہ کتابچہ ترتیب دیا گیا ہے کہ افراط وتفریط سے دور ہو کر توازن اور حقیقت کے لباس میں قرآن مجید پر بتدریج اس طرح ایمان لایا جائے جیسا کہ صحابہ لے کر آئے پھر اسے پڑھا جائے جیسے صحابہ نے نبی کریم ﷺ سے پڑھا پھر اسے اس طرح سمجھا جائے جیسا کہ صحابہ نے سمجھا اور اس پر مکمل عمل کیا جائے اور پھر اس امانت کو احسن انداز واسلوب میں آگے پہنچایا جائے اور یہی وہ خاکہ یہی وہ ڈھانچہ ہمارے اسلاف کے پاس تھا تو ان کی فولادی قوتیں شاعروں کے کلام کی زینت بنیں اور ایک شاعر بول اُٹھا:

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
جس قوم کے جوانوں کی ہو صورت فولاد

اور پھر پورے عالم میں اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا بقول شاعر:

کتاب ہدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہوئی قوموں کی تقدیر دیکھی

اور اسلام کا آوازہ کلیساؤں میں بلند ہوا اس لئے کہ

کیوں نہ ممتاز ہوتا اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

آج بھی وقت ہے کہ ہم اسی خاکہ اور خطوط کو حاصل کریں (جن پر ہمارے اسلاف چلے تھے) اور نعرہ لگائیں:

کلی کلی نکھاریں گے روش روش سنواریں گے
اگر قرآن طلب کرے گا تو خون دل بھی بہادیں گے

اور ارادے پختہ کرلیں کیونکہ

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی اللہ پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اور اپنی بساط واستطاعت کے مطابق قرآن مجید کی خدمت کا فرض ہم ادا کرتے جائیں۔ بقول شاعر:

مانا کہ اس جہاں کو گلشن نہ کر سکے ہم
کانٹے تو ہٹا دیئے جدھر سے گزرے ہم

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے حقوق اپنی زندگی میں اتارنے کی توفیق دے (آمین)

واللہ الموفق والهادی إلی صراط مستقیم

قرآن کی لغوی واصطلاحی تعریف

قرآن مجید کے حقوق پر بحث کرنے سے قبل سائب ومناسب ہے کہ اس کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کی جائے۔

لغوی تعریف

قرآنِ مجید لغوی اِعتبار سے اسم ہے فعل وحرف نہیں پھر اس کے اِسم ہونے کے بارے میں علماء کے دوگروہ ہیں۔

☆ علماء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ لفظ قرآن اسم جامد وغیرمہموز (بغیر ہمزہ کے) ہے اور اسی اعتبار کو سامنے رکھ کر ابن کثیر مکی نے اس کو قـــرَان پڑھا ہے چنانچہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا نام تورات ہے اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کا نام انجیل ہے اسی طرح جو کتاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی گئی اس کا نام قرآن مجید ہے (ان علماء میں سے اِمام شافعیؒ بھی ہیں) جو کہ قرآن کو اِسم جامد تصور کرتے ہیں۔

☆ علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ قرآن یہ اسم جامد نہیں اسم مشتق ہے۔
پھر لفظ قرآن کے مشتق ہونے میں علماء کے چار گروہ ہیں۔

☆ علماء کی ایک جماعت (جن میں سے امام الاشعری بھی ہیں) کا قول ہے کہ لفظ قرآن قـرنت الشيء بالشيء (ایک چیز کا دوسری کے ساتھ مل جانا) سے مشتق ہے چنانچہ قـرن الثـورين کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب جوئے میں دو بیلوں کو جوتا جائے اور قـرن البـعيرين کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب دو اونٹوں کو ایک رسی میں باندھ دیا جائے اور أقرنت الثريا اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ بلندی

میں ثریا کے ساتھ مخاطب متصل ہو اسی لئے حج وعمرہ کا اکٹھا احرام جب باندھا جائے تو اس کو حج قران کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کو قرآن اسلئے کہتے ہیں کیونکہ اس میں آیات وسور وکلمات والفاظ وحروف کو ایک دوسرے کے ساتھ ملایا گیا ہے۔

☆ علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے (جن میں امام فراء بھی ہیں) لفظِ قرآن قرائن سے مشتق ہے اور قرائن قرینہ کی جمع ہے جس کا معنی دلیل وبرہان ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ یہ بات قرائن سے (دلائل سے) اور قرین قیاس سے ثابت ہے۔ چنانچہ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی آیات دلائل وبراہین اور صدق وحقانیت میں ایک دوسری کے مشابہ ہیں۔

☆ علماء کی تیسری جماعت کا کہنا ہے (جن میں اِمام اللحیانی ہیں) کہ لفظ قرآن یہ قَرَأَ بمعنی تَلاَ سے مصدر ہے اور غُفْرَان کے وزن پر ہے جس کا معنی ہے پڑھنا یا تلاوت کرنا اور ملانا جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ﴾ یعنی ''اس (قرآن مجید) کا جمع کرنا اور (آپ کی زبان سے) پڑھنا ہمارے ذِمہ ہے''...... چنانچہ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو پڑھا جاتا ہے اس کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کی محبت سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ مل جاتا ہے۔

☆ علماء کی چوتھی جماعت کا کہنا ہے (جن میں امام زجاج ہیں) کہ لفظ قرآن القرء سے مشتق ہے اور فعلان کے وزن پر وصف ہے جس کا معنی الجمع والضم والاجتماع ہے (جمع کرنا اور ملانا) چنانچہ قرء الماء فی الحوض اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی حوض میں جمع ہو جائے اور قرء المرأة کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب اجتمع الدّم فی رحمها عورت کے رحم میں خون جمع ہو جائے

اور اسی سے لفظِ قــریة ہے جو کہ مختلف لوگوں کو جمع کرنے والی جگہ کو کہتے ہیں اور اسی لئے اقراء (جو کہ القرء کی جمع ہے) قافیوں شعر کے مقاصد وانواع وبحروں کو کہا جاتا ہے کیونکہ قافیہ میں ہر شعر کے آخر میں ایک طرح کے لفظ جمع ہوجاتے ہیں ایک طرح کا ترنم جمع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سابقہ اُمم کے قصص اور اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی، وعد وعید، ترغیب وترہیب کو جمع کرنے والی کتاب ہے یا پھر سابقہ تمام کتب کے علوم وفنون وثمرات کو جمع کرنے والی اگر کوئی اس وقت کتاب ہے تو وہ قرآن مجید ہے جیسا کہ وتـفـصـيـل كـل شـيء، وتبيـانـا لكل شيء کے اوصاف اس بات کی غمازی کرتے ہیں یا پھر قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ فی زمانہٖ انحاء عالم میں اقطار الارض میں پھیلی تمام مخلوق کو اگر ایک اسٹیج ایک محطه پر جمع کرنے والی اگر کوئی کتاب ہے تو وہ قرآن مجید ہے (کیونکہ قرآن مجید میں کسی مسلمان کا اختلاف نہیں ہوسکتا اور جو قرآن مجید میں اختلاف کرتا ہے تو ہمیں اس کے ایمان میں اختلاف ہے کہ قرآن میں اختلاف کرنے والا ایمان میں بھی پکا ہے کہ نہیں)۔

اصطلاحی تعریف

اصطلاحی زبان میں قرآن مجید کی تعریف یوں کی جاتی ہے (هـو كلام الله تعالىٰ الـمـنـزل على محمد ﷺ بـواسـطـة جبـريـل عليه السلام المبدوء بسورة الـفـاتـحة والـمـختـوم بســورة الناس والمكتوب في المصاحف والمتعبد بتـلاوتـــه) ''قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ کلام ہے جو جبریل کے واسطے سے پیغمبر اخیر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی جس کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے ہوتی ہے اور انتہاء سورۂ الناس پر ہوتی ہے جو کہ (۱۲ ہزار صحابہ کے اجماع سے) مصاحف میں (صاف حروف پر

مشتمل) لکھا گیا اور اس کی تلاوت کرنا عبادت ہے۔

چنانچہ جب ہم نے کلام اللہ (اللہ کی کلام) کہا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ جن وانس اور فرشتوں کی کلام نہیں بلکہ یہ صرف اللہ جل شانہ کی کلام حقیقی ہے اور جب ہم نے المنزّل (نازل شدہ) کہا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی وہ کلام مراد ہوئی جو نازل کی گئی (محمد ﷺ پر) نہ کہ وہ کلام مراد ہے جو فرشتوں کے ساتھ کی گئی یا جس کا علم صرف اللہ کو ہی ہے اور جب ہم نے علےٰ محمد (محمد ﷺ پر) کہا تو پتہ چلا کہ یہ وہ اللہ کی کلام ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی نہ کہ جو موسیٰ علیہ السلام پر تورات کی شکل میں اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کی شکل میں اور داؤد علیہ السلام پر زبور کی صورت میں اور ابراہیم علیہ السلام پر صحائف کی صورت میں نازل کی گئی اور جب ہم نے بواسطہ جبریل (جبریل کے واسطے سے) کہا تو پتہ چلا کہ اللہ کی یہ کلام جبریل کے واسطہ سے نبی تک پہنچی (جیسا کہ قرآن مجید میں وضاحت ہے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ﴾ [الشعراء ۱۹۳۔۱۹۴] ''اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپکے دل پر اُترا ہے کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں'' ......) نہ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے (نعوذ باللہ) اپنے پاس سے گھڑا ہے نہ سابقہ کتب سے اقتباس کیا ہے اور نہ ہی کسی بشر سے اس کو سیکھا ہے اور جب المبدوء بسورۃ الفاتحۃ والمختوم بسورۃ الناس کہا (کہ یہ فاتحہ سے شروع ہو کر الناس پر ختم ہوتا ہے) تو پتہ چلا کہ یہی ترتیب ومقدار صحابہ کو یاد تھی اس میں کمی نہیں کی گئی اور یہ کہنا بہتان ہے کہ اس قرآن کی ۱۷۰۰۰ آئتیں تھیں اور جب المکتوب فی المصاحف (مصاحف میں لکھا جا چکا ہے) کہا تو پتہ چلا جہاں صحابہ نے اس کو یاد کیا وہاں اس کو مصاحف میں لکھا وہ مصاحف جن کو مصاحف عثمانیہ سے مسلمان یاد کرتے ہیں اور جب ہم نے المتعبد بتلاوتہ (اس کی تلاوت کرنا

عبادت ہے) کہا تو پتہ چلا کہ کائنات میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس کی تلاوت عبادت متصور کی جائے اور اس کو نماز میں پڑھا جائے سوائے اس قرآن مجید کے جس کا ایک حرف پڑھنے سے انسان کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری قسمت میں کرے (آمین) [البرھان فی علوم القرآن ۱/۲۷۸، والاتقان ۱/۸۷، والنھایة فی غریب الحدیث والأثر ۴/۳۰، والمعجم الوسیط ۱، ۲/۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۱ ودراسات فی علوم القرآن الکریم ۱۸ . ۲۲ والمنجد ۸۸۷، ۸۹۷، ۹۸۷، ۹۹۷]

واللہ المستعان وبہ الثقة والتکلان

قرآن مجید کے فضائل

قرآن مجید ایک ایسی بے نظیر و بے مثال کتاب ہے کہ اس کی قدر و منزلت و مرتبہ کا ادراک عام انسانی اوراکات کی سطح سے اس قدر ماوراء ہے کہ فکر انسانی خود قرآن مجید کی خود بیان کردہ تمثیلات اور سرور کائنات کے فرمودات پر انحصار کرتی ہے اور جن اوصاف ومیزات وممیّزات وفضائل کو قرآن مجید اپنے اندر پنہاں کیے ہوئے ہے اس کو تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آج تک قرآن مجید کے نزول سے لیکر اسی کی تفسیر وترجمہ ومفاہیم ومدعا اور کسی نہ کسی گوشے کو واضح کرنے کیلئے لاکھوں کتابیں لکھی گئیں جن کا محور ومرکز وقطب یہی قرآن مجید ہی ہے چنانچہ ان فضائل میں چند ان کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں قرآن اور اہل قرآن کی فضیلت مترشح ہوگی۔

۱۔ قرآن مجید حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو کہ کائنات کی رُشد وہدایت کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین میں بھیجی ہے جیسا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (كِتَابُ اللهِ هُوَ حَبْلُ اللهِ الْمَمْدُودِ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ) [صحيح الجامع ٤٤٧٣ والصحيحة ٢٠٢٤] "اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین کی طرف ممدود ہے (پھیلی اور لٹکی ہوئی ہے) جیسا کہ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں

فبعد فحبل الله فينا كتابه فجاهد به حبل العدا متحيلا

"قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی رسی ہمارے درمیان ہے لہٰذا شکاری بن کر دشمنوں کے مکر وفریب کا اس قرآن ہی کے ذریعے مقابلہ کرو"...... اور جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا(أبشروا فإن هذا القرآن طرفه بيد الله وطرفه بأيديكم فتمسكوا به فإنكم لن تهلكوا ولن تضلوا بعده أبدا) [صحيح الجامع ٣٤ والصحيحة ٧١٣] ''خوش ہو جاؤ اس قرآن کا ایک کنارہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا کنارہ تمہارے ہاتھوں میں ہے پس اس کو مضبوطی سے تھام لو بے شک اس کے بعد نہ تم ہلاک ہو گے اور نہ ہی گمراہ ہو گے'' ...... اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس قرآن مجید اور حبل اللہ کو جب تک مسلمانوں نے پکڑے رکھا پوری کائنات پر ان کا قبضہ رہا اور جونہی یہ کنارہ چھوٹا زندگی کی لذتیں اور حلاوتیں اپنا پلو (کنارہ) چھڑا گئیں اور اضطرابات اور تنزل اور پریشانیوں نے ڈیرے ڈال لئے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ اگر آج بھی اس قرآن مجید کو تھام لیا جائے تو وہی شان وشوکت، رعب ودبدبہ، دولت وثروت، حکومت واقتدار مسلمانوں کے قدم چوم سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رسی کو تھامنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

۲۔ قرآن مجید نور اور ہدایت کا منبع ومصدر ہے

قرآن مجید نور وہدایت کا منبع ومصدر ہے چنانچہ زید بن اَرقم بیان کرتے ہیں کہ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا(أما بعد ألا يا أيها الناس فإنما أنا بشر يوشك أن يأتيني رسول ربي فأجيب وأنا تارك فيكم ثقلين أولهما كتاب الله فيه الهدى والنور من استمسك به وأخذ به كان على الهدى ومن أخطأ ضل فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به ......الحديث) [صحيح الجامع ١٣٥١] ''خبردار اے لوگو! میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغمبر آئے اور میں اس پیغام پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے جا ملوں، اور میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جن میں سے پہلی اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے جس میں ہدایت اور

نور ہے جس نے اس کا تمسک کیا اور اس پر عمل کیا وہ ہدایت پر رہے گا اور جس نے (اس کے تمسک اور عمل کرنے میں) غلطی کی وہ گمراہ ہوگا پس کتاب اللہ کو پکڑو اور اسی کا تمسک کرو‘‘ ...... تو اس حدیث میں رشد وہدایت ونور کو قرآن مجید کے تمسک اور اس پر عمل کرنے پر موقوف کیا گیا ہے اور اس سے دوری اور ترک پر گمراہی کی نوید سنائی گئی ہے کاش کہ مسلمان اس منبع رشد وہدایت کو سینے سے لگا کر اس کی ضیا پاشیوں سے اپنے روحانی اندھیروں اور اندھیر نگریوں میں جلا کر سکیں۔

۳۔ قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے

قرآن مجید کی تلاوت اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کی دلیل ہے چنانچہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (من سره أن يحب الله ورسوله فليقرأ في المصحف) [صحيح الجامع ۲۲۸۹ والصحيحة ۲۳۴۲] ’’جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرے پس وہ قرآن مجید کی تلاوت کرے‘‘ ...... تو اس حدیث میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی محبت کیلئے علامت ونشانی قرآن مجید (مصحف) کی تلاوت بیان کی گئی ہے لیکن افسوس ہے مسلمانوں پر کہ صبح اٹھ کر قوالی وگانے تو سن سکتے ہیں نہ تلاوت کریں گے اور نہ سنیں گے اور افسوس ہے ان پڑھی لکھی عورتوں پر جنکو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ قرآن کی تلاوت کرلیں اخبار جہاں اور میگزین جتنے ڈے دو رسالے اور ڈائجسٹ جتنے بھی ہوں سب اَزبر ہوں گے کاش اے مسلمان عورت! تو نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کی ہوتی۔ قرآن مجید کی تلاوت کی ہوتی تو تیرے بطن سے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم پیدا ہوتے لیکن تو نے اپنی غذا غلیظ رسالوں میں تلاش کی تو اللہ جل شانہ نے بھی پھر وہ اولاد دی جو تیرے لیے عبرت بن گئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی تلاوت کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

۴۔ قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت دس نیکیوں کا باعث

قرآن مجید کے ایک حرف کی تلاوت دس نیکیوں کا باعث ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول (ألم) حرف ولكن ألف حرف ولام حرف وميم حرف) [صحيح الجامع ۶۴۶۹] ''جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی اپنی دس مثلیں اپنے ساتھ ملاتی ہے میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف اور لام اور میم تین الگ الگ حرف ہیں (جس کی تیس نیکیاں ملتی ہیں)''...... اور ایک دوسری روایت میں یہی راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اقرؤا القرآن فإنكم تؤجرون عليه أما إني لا أقول ألم حرف ولكن ألف عشر ولام عشر وميم عشر فتلك ثلاثون) [صحيح الجامع ۱۱۶۴ والصحيحة ۶۶۰] ''قرآن مجید کی تلاوت کرو بے شک تم اس پر اجر دیے جاؤ گے خبردار میں نہیں کہتا کہ الم حرف ہے بلکہ الف کی دس نیکیاں اور لام کی دس نیکیاں اور میم کی دس نیکیاں یہ تیس نیکیاں ہوئیں (جو الم پڑھنے والے کو ملتی ہیں)''...... اے اسلام کے دعویدار! کبھی تم نے سوچا کہ کائنات کا ہر کام تو کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کبھی تو نے قرآن مجید کو بھی کھولا اتنی سستی جنت کہ ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں اور اگر قیامت کو ایک نیکی کی ضرورت پڑ گئی تو کون دے گا؟ اس دن تو ﴿يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ﴾ [عبس ۳۴-۳۶] ''بھائی بھائی سے بھاگ جائے گا اور ماں اور باپ بھاگ جائیں گے اور بیوی بھاگ جائے گی اور بیٹے بھاگ جائیں گے''...... یعنی ایک نیکی دینا بھائی کے بس کی بات نہیں ہوگی ساری زندگی اس بھائی کے پیچھے جان دینے والے امی امی اور ابو

ابو کہنے والے اور بیوی جس کے پیچھے لگ کر والدین کو ناراض اللہ تعالیٰ کو ناراض اولاد کیلئے سود خوری ڈاکے اور کیا کیا پاپڑ بیلتا ہے جب اس انسان کو ایک نیکی کی ضرورت پڑی تو سارے ہی انکار کر دیں گے اور بھاگ جائیں گے پھر اے مسلمان تو کہاں جائے گا؟ اس لئے آج وقت ہے جنت ونیکیوں کا بازار انتہائی سستا ہے اٹھ اور قرآن مجید کو پکڑ اور نیکیوں کے انبار لگا شاید کہ بقیہ زندگی ان نیکیوں سے بھر جائے اور سابقہ زندگی کی برائیاں دھل جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے (آمین)

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت کا سماع بھی باعث اجر وثواب

جس طرح قرآن مجید کی تلاوت کا اَجر وثواب ہے اسی طرح اس کی تلاوت کو سننا بھی باعث اَجر وثواب ہے چنانچہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من استمع إلی آیة من کتاب اللہ تعالیٰ کتب له حسنة مضاعفة ومن تلاها کانت له نورا یوم القیامة) [مسند الإمام أحمد ۲/ ۳۴۱]

”جو قرآن مجید کی ایک آیت سنتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے اضافہ کی ہوئی نیکی لکھ دیتے ہیں اور جو اس کی تلاوت کرتا ہے تو یہ آیت قیامت کے دن اس کیلئے نور ہوگی“ ...... لیکن آج کا مسلمان اپنی روحانی غذا تلاوت سننے سے کیا گانوں اور گندے ڈراموں سے حاصل کرتا ہے۔ اے کاش کبھی تم نے اسلام کا معنی ذہن میں بٹھایا ہوتا تو کبھی بھی قرآن کی تلاوت کو چھوڑ کر کسی خبیث اور خبیثہ کی موسیقی اور قوالی اور ڈرامے نہ سنتا کبھی تم نے سوچا کہ میں جہاں گندی محافل اٹینڈ کرتا ہوں کبھی دینی اور قرآنی محفل میں بھی بیٹھ جاؤں؟ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جھولی بھر لوں جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونه بینهم إلا نزلت علیهم السکینة وغشیتهم الرحمة

وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده ومن أبطأ به عمله لم يسرع به نسبه) [صحيح الجامع ٦٥٧٧ ومختصر مسلم ١٨٨٨] ''جو قوم اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کریں اور مدارست وودور کریں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سکونت نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور (اپنے پروں سے) ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، اور اللہ جل شانہ ان کا تذکرہ اپنے مقرب فرشتوں (جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں) کے پاس کرتے ہیں اور جس نے عمل کرنے میں سستی کی اس کا نسب نامہ اس کو سرعت (فائدہ) نہیں دے گا'' ...... تو اس حدیث میں دینی مجلس اور قرآنی محفل کی کیا ہی شان بیان ہوئی ہے کہ جب دین پر اکٹھے ہوں، قرآن کی تلاوت کریں اور آپس میں اس کی مدارست کریں تو چار عظیم انعام ملتے ہیں:

- ان پر سکون نازل ہوتا ہے جو کہ اللہ کی طرف سے ہوتا یعنی انگی زندگی بھی سکون والی ہو جاتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ڈھانپ لے اس سے بڑھ کر سعادتمندی کیا ہے؟
- فرشتے ان کے پروٹوکول اور حفاظت واکرام کے لئے آتے ہیں اور ان کا گھیراؤ کر لیتے ہیں۔
- اور اللہ جل عظمتہ اپنے پاس فرشتوں کے سامنے ان سعادتمندں کا تذکرہ کرتے ہیں ہائے کیا ہی عظمت ورفعت وشان وشوکت ہے ان لوگوں کی جو یہ انعامات جھولیاں بھر کر لاتے ہیں ہیں حتیٰ کہ ایک حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہے تو آسمان سے منادی نداء کرتا ہے کہ (قوموا مغفورا

لكم) [صحيح الجامع ٥٦٠٩ والصحيحة ٢٢١] ''کھڑے ہو جاؤ تم سب معاف کر دیئے گئے ہو'' ......اور ایک روایت میں آتا ہے کہ (قوموا قد غفر الله لكم ذنوبكم وبدلت سيئاتكم حسنات) [صحيح الجامع ٥٦١٠ والصحيحة ٢٢١٠] ''کھڑے ہو جاؤ تمہارے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے اور تمہارے گناہ نیکیوں میں بدل دیئے گئے ہیں'' ...... الٰہی ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم ایسی مجالس قائم کریں اور ایسی مجالس میں شرکت کریں تاکہ دونوں جہانوں میں ہماری سرخروئی ہو سکے۔ آمین

۶۔ قرآن مجید پر عمل بلندی اور اس سے انحراف تنزل کا باعث ہے

قرآن مجید ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کتنی ہی قوموں کو بلند کرتا اور کرے گا اور اس سے انحراف واعراض کی صورت میں کتنی ہی قوموں کو برباد اور ذلیل کرے گا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما ويضع به آخرين) [صحيح الجامع ١٨٩٦ ومسلم ١٨٩٤، ١٨٩٥ وابن ماجه ٢١٨] ''بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ساتھ کتنی قوموں کو بلند کرتا ہے اور کتنوں کو پست کرتا ہے'' ...... ذرا غور کیا جائے اور تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب تک قرآن مجید سے محبت وعمل خالص تھا مسلمان کائنات پر کمندیں ڈالے ہوئے تھا آج وہی مسلمان پوری کائنات میں مظلوم ومقہور وذلیل ورسوا اور جوت کھا رہا ہے جو اس قرآن سے اِعراض اور اِنحراف کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمارے قلوب میں سے تمام غلاظتوں کو نکال کر قرآن کی محبت سے بھر دے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۷۔ قرآن مجید کی تلاوت زمین میں عزت اور آسمان پر خوشگواری وآرام اور

بغیر قید وقت کی سیر ہے

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور آسمان میں بھی اس کے لئے خوشگواری ہی ہوگی۔ چنانچہ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (أوصیک بتقوی الله فإنه رأس کل شیء وعلیک بالجهاد فإنه رهبانیة الإسلام وعلیک بذکر الله وتلاوة القرآن فإنه روحک فی السماء وذکرک فی الأرض) [صحیح الجامع ۲۵۴۳ والصحیحة ۵۵۵] ''میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ ہر چیز کی اصل ہے اور جہاد کرنا کیونکہ جہاد اسلام کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کر ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کر کیونکہ یہ ذکر وتلاوت تیرے لئے آسمان میں خوشگواری اور بغیر قید وقت کے سیر کرنے اور زمین میں عزت کا باعث ہے'' ...... تو زمیں میں عزت اور آسمان میں خوشگواریاں اسی قرآن سے ہی ممکن ہیں اس لئے اے وہ مسلمان! جو دنیا کے مال ومتاع سے عزت کا متلاشی ہے آج ہی تلاوت قرآن میں مگن ہو تیری عزت کی خواہشات پوری ہوجائیں گی اور واقعی کوئی لاکھ پتی ہو کروڑ پتی ہو کیا شان ہے اس تلاوت کرنے والے کی کہ یہ آگے مصلّی پر ہوتا ہے امام ہوتا ہے خواہ کتنا ہی غریب ہو اور یہ کروڑ پتی مقتدی ہوتا ہے اور استقبال کرتا ہے اور قاری اسٹیج پر بیٹھ کر تلاوت کرتا ہے اور یہ اَرب پتی دیکھ دیکھ حسرت کے آنسو بہاتا ہے **فیا عجبا للمسلمین** پس تعجب ہے، مسلمانوں پر کہ یہ قرآن کو پھر کیوں اپنے سے دور کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس میزے کو حاصل کریں۔ آمین

۸۔ قرآن مجید بہترین سفارشی ہے

قرآن مجید جہاں دنیا وآخرت میں عزت کا باعث ہے وہاں یہ قیامت کے دن

بہترین اور مضبوط سفارشی بھی ہے۔ چنانچہ ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ (اقرؤوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه) [مسلم ۸۰۴] قرآن مجید کی تلاوت کرو بلاشبہ یہ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں کی سفارش کیلئے آئے گا“...... اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (القرآن شافع مشفع وما حل مصدق من جعله أمامه قاده إلى الجنة ومن جعله خلفه ساقه إلى النار) [صحيح الجامع ۴۴۴۳ والصحيحة ۲۰۱۹] ”قرآن مجید سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا اور جھگڑالو اور تصدیق کرنے والا ہے جو اس کو اپنا امام بنائے گا (زندگی کے ہر معاملات میں مقدم رکھے گا) اس کو یہ جنت میں لے جائے گا اور جس نے اس کو اپنے پیچھے رکھا اس کو جہنم میں کھینچ کر لے جائے گا“...... بلاشبہ قرآن سے بڑھ کر کوئی بھی سفارشی نہیں ہوگا کیونکہ قرآن مجید اللہ جل شانہ کی کلام حقیقی ہے اور جب کلام ہی اپنے کلام کرنے والے گواہی دے دے تو پھر سفارش کیوں نہ قبول ہوگی۔ چنانچہ امام شاطبی فرماتے ہیں

وإن كتاب الله أوثق شافع　　　وأغنى غناء واهبا متفضلا

”اللہ کی کتاب ایک مضبوط شافع (سفارش کرنے والی) ہے اور نہایت کافی اور بخشش وفضل والی ہے“...... اور اس پر مستزاد قرآن مجید اپنے پڑھنے والے کیلئے ضد کرے گا یہاں تک کہ اس کو بخشوا لے گا جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں

يناشد في إرضائه لحبيبه　　　وأجدر به سؤلا إليه مؤصلا

”قرآن مجید اپنے دوست کیلئے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے میں ضد کرے گا (کہ اس کو بخش دے) اور قرآن مجید کے ایک کامیاب مطلوب ہونے کا کیا کہنا ہے“۔

میرے مسلمان بھائی! یہ سفارش کس کیلئے کرے گا؟ جو اس کی تلاوت کرے گا نہ کہ

جو اس کو غلاف میں بند کر کے طاق یا الماری میں رکھے اور ڈائجسٹ و اخبارات و رسائل کو سینے سے لگائے گا ذرا اپنے دل سے سوچ کہ پوری کائنات کی خبریں تم نے پڑھ لیں کیا قرآن بھی پڑھا؟ اگر دو صفحے پڑھے تو کیا اس کا حق ادا کیا پڑھنے میں؟ اور کیا اس کو سمجھنے کی کوشش کی؟ جواب نہیں میں ملے گا تو یاد رکھنا اگر جواب نہیں میں ہے تو پھر یہی قرآن بقول رسول اللہ ﷺ تمہیں گھسیٹ کر جہنم میں لے جائے گا اور کیوں نہ لے کر جائے سارا قرآن مجید تو کیا تو نے تو فاتحہ کا ترجمہ و مفہوم بھی سمجھ کر نہ پڑھا اور بعض بد قسمت تو اس فاتحہ سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اپنی کم عقلی و کم فہمی کی بنیاد پر اور سبع المثانی کی صفت کو چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (أفضل القرآن الحمد رب العلمين) [صحيح الجامع ١١٢٥، والصحيحة ١٤٩٩] قرآن مجید میں افضلیت سورۃ الفاتحہ (الحمد للہ رب العلمین) کو ہے''...... اس لئے کہ اس میں انسان اپنی عبودیت اور اپنے رب وخالق ومالک کی ربوبیت وملوکیت کا اعتراف کرتا ہے تو جو شخص اس فاتحہ کو بھی نہیں پڑھتا اس کا مفہوم نہیں سمجھتا اور پانچوں نمازوں میں بار بار وعدہ کر کے پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے در پر سر کو جھکاتا ہے بھلا کیسے اس کیلئے بخشش کا سبب بنے گا کیسے اس پر فضل کی بارش کروائے گا، گویا کہ اگر وہ اتنا شعور بھی نہیں رکھتا کہ فاتحہ کو ہی غور وفہم سے پڑھ کر عمل کرے تو پھر اس کا ہم نشیں ہونا تو دور کی بات ہے اس نے قرآن مجید سے تعلق رکھنا پسند ہی نہیں کیا حالانکہ قرآن مجید جیسا کائنات میں کوئی بھی ہم نشیں نہیں دنیا کے دوستوں سے ہر شخص اکتا جاتا ہے لیکن قرآن مجید کی بابت امام شاطبی فرماتے ہیں:

وخير جليس لا يمل حديثه　　　　وترداده يزداد فيه تجملا

''قرآن مجید بہترین ہم نشیں ہے جس کی باتوں میں کبھی بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی

اس کا بار بار ورد اس کے جمال میں اضافے کا باعث ہوتا ہے“...... اور صرف قرآن مجید اکتاہٹ کو ہی ختم نہیں کرتا بلکہ جو اس سے ہم نشینی کر لیتا ہے اس کے لئے دُنیا کیا قبر میں بھی بہترین ہم نشیں ثابت ہوتا اور اندھیری قبر کی کوٹھڑی میں روشنی کا مینار بن جاتا ہے جیسا کہ امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

وحیث الفتی یرتاع فی ظلماته　　　من القبر یلقاه سنا متهللا

”اور جب قبر کی تاریکیوں میں جوان بے چین ہوگا تو یہ قرآن مسرور وشاداب اور روشنی کا مینار بن کر اسے ملے گا“...... اور صرف ملاقات نہیں کرے گا بلکہ زندگی میں اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے کو مبارکباد دے گا اور قبر کو آرام گاہ اور باغ بنانے کا سبب بنے گا جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں:

هنالک یهنیه مقیلا وروضة　　　ومن أجله فی ذروة العز یجتلا

”قرآن مجید قاری کو مبارکباد دے گا کیونکہ قبر آرام گاہ اور باغ بن جائے گی اور یہ قاری قرآن اسی کی وجہ سے عزت کی بلندیوں پر دیکھا جائے گا“۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں قرآن مجید کے ثمرات کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میں بقول شاطبی اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے دعا کرتا ہوں کہ اے ہمارے پروردگار اے ہمارے مالک وخالق ورازق:

ویجعلنا ممن یکون کتابه　　　شفیعا لهم إذ ما نسوه فیمحلا

”ہمیں ان لوگوں میں ہونے کی توفیق دے کہ جن کیلئے اس کی کتاب سفارشی ہوگی کیونکہ انہوں نے اس کو بھلایا نہ ہوگا کہ وہ شکایت کرے“۔

۹۔ قرآن مجید اللہ کی رضا اور تاج کرامت کا سبب ہے

قرآن مجید قیامت کی ہولناکیوں میں جہاں ہر انسان خوف وہراس میں ہوگا اپنے

پڑھنے والے کو کرامت کا تاج پہنائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا لے کر دے گا چنانچہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یجیء القرآن یوم القیامة فیقول یا رب حله فیلبس تاج الکرامة ثم یقول یا رب زده فیلبس حلة الکرامة ثم یقول أرض عنه فیرضی عنه فیقول اقرأ وارق ویزاد بکل آیة حسنة) [صحیح الجامع ۸۰۳۰] ''قیامت کے دن قرآن مجید آئے گا اور کہے گا اے میرے رب اس قاری کو نیا لباس پہنا دے تو اسکو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا پھر قرآن مجید کہے گا اے میرے رب اور زیادہ کر پھر اس قاری کو کرامت کی خلعت فاخرہ پہنائی جائے گی پھر کہے گا اے میرے رب اس سے راضی ہو جا تو اللہ اس پر راضی ہو جائیں گے پھر کہیں گے اب تو پڑھ اور سیڑھیاں چڑھ ہر آیت کے ساتھ ایک نیکی زیادہ کی جائے گی'' ...... کیا ہی شان ہے اس قرآن مجید کی قیامت کی ان ہولناکیوں میں کہا یہ شرف اور مرتبے دلائے گا جن میں سب سے بڑا مرتبہ اللہ مالک الملک کی رضا لے کر دے گا اور کیوں نہ لے کر دے اسلئے کہ قرآن پڑھنے والے تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے (أهل القرآن أهل الله وخاصته) [صحیح الجامع ۲۵۲۸] ''اہل قرآن اللہ والے اور اسکے خاص بندے ہوتے ہیں'' ...... اور انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (إن لله تعالیٰ أهلین من الناس) ''بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص دوست ہوتے ہیں'' ...... جب پوچھا گیا کہ وہ کون ہیں؟ تو فرمایا (أهل القرآن هم أهل الله وخاصته) [صحیح الجامع ۲۱۶۵] ''قرآن والے اہل اللہ ہیں اور خاص لوگ ہیں''۔

یہ راز کسی کو معلوم نہیں کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اے میرے مسلمان بھائی! اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور خاص بننا یہ کوئی شے بسیط نہیں اور ٹافی ٹیپ بات نہیں بلکہ کچھ ایسے اوصاف ہیں جن کو انسان اپنے اندر پیدا کرتا ہے تب جا کر وہ خاصیت کی ڈگری حاصل کرتا ہے جن میں سب سے پہلے اخلاص وتقویٰ وصبر ونیک کردار ہے جیسا کہ امام شاطبی فرماتے ہیں:

أولوا البر والإحسان والصبر والتقى　　　حلاهم بها جاء القرآن مفصلا

''اہل اللہ اور مخلص وباعزت وہ لوگ ہوتے جن کی صفات نیک کردار اخلاص اور صبر وتقویٰ ہوان کے یہ زیور قرآن مجید نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے'' ...... اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ ان اوصاف کو حاصل کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی مہر اس پر ثبت ہو سکے چنانچہ میں امام شاطبی کی زبان میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ

عليك بها ما عشت فيها منافسا　　　وبع نفسك الدنيا بأنفاسها العلى

''اپنے لئے ان اوصاف کو لازم سمجھ جب تک تو دنیا میں زندہ ہے، اور انہیں میں رغبت رکھ اور حقیر نفس کو ان نفیس عالی شان اعمال کے بدلے فروخت کر'' ...... اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔ آمین

۱۰۔ قرآن مجید ایک ایسی عظیم نعمت ہے کہ جس پر رشک کیا جاسکتا ہے

اللہ جل شانہ نے انسان کی تکریم کرتے ہوئے عربوں نعمتیں عطا کی ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ [إبراهيم ۳۴] ''اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے'' ...... ان تمام نعمتوں میں سے عظیم نعمت قرآن مجید ہے کہ جس پر انسان رشک کر سکتا ہے کہ یا الٰہی یہ نعمت مجھے بھی عطا فرمادے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لا حسد إلا في اثنتين رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار

ورجل آتاه الله مالا فهو ينفقه آناء الليل و آناء النهار) [صحيح البخارى ۵۰۲۵، ۵۰۲۶، ومسلم ۸۱۵، ۱۸۹۱ والترمذى ۱۹۳۷، وابن ماجه ۴۲۰۹، وصحيح الجامع ۷۴۸۷، ۷۴۸۹] ''دو چیزوں میں حسد (رشک) کرنا جائز ہے ایک ایسے آدمی پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نعمت دی ہو اور وہ اس کو دن رات پڑھتا ہو (اور قیام کرتا ہو) دوسرا وہ آدمی جس کو اللہ نے مال کی نعمت دی ہو اور وہ دن رات اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہو'' ...... اے میرے بھائی! ذرا سوچیے آج ہمیں رشک ہوتا ہے تو کس پر؟ دنیا کا مال ومتاع دیکھ کر کہ کاش میری پاس لمبی لمبی گاڑیاں ہوں میرے پاس بینک بیلنس ہوں میرے پاس کوٹھیاں اور کارخانے ہوں اور میں بھی اس مال کی بدولت عزت والا بنوں اور دنیا میں میری شہرت کا ڈنکا بجے اور لوگ مجھے رک رک کر سلام کریں، لیکن نتیجہ کیا نکلا کہ دنیا کی ہوس اور لالچ ونشہ نے ہمیں جب قرآن مجید پر رشک کرنے سے دور کیا تو ذلت ورسوائیوں نے ڈیرے ڈال لئے اور غیر مسلم قوموں نے اپنے ظلم اور زیادتی کے دھانے ہم پر کھول دیئے اور بالکل للّی قسم کے لوگ اور سفلہ لوگ ہماری اسلامی حکومتوں پر براجمان ہوئے جس کے نتیجہ میں خوف وبدامنی وقتل وغارت اور لوٹ کھسوٹ وسود خوری وخویش پروری کا دور چلا اور ہم تنزل اور پستیوں کے گہرے سمندر میں دھکیل دیے گئے کاش ہم نے رشک کیا ہوتا قرآن والے پر تو کائنات ہماری غلام بن جاتی ہمیں جنگل کے شیر بھی سلام کرتے لیکن قرآن کو جب چھوڑا تو سزا یہ ملی کہ وہ کتا جس کو گھر میں رکھنے سے احد پہاڑ جتنا اجر ضائع ہو جاتا ہے (سوائے شکاری کتے اور بھیڑیوں سے حفاظت کرنے والا) جو برتن کو منہ لگادے تو سات مرتبہ دھونا پڑتا ہے اس کو اس صابن وشیمپو سے کلمہ پڑھنے والا اپنے ہاتھوں سے نہلاتا ہے اس کی مالش کرنا تو بتلاؤ اس سے بڑھ کر کوئی ذلت ہے؟ کہ جو نوکر تھا اس کا نوکر یہ ڈگری

ہولڈر بے غیرت مسلمان بن گیا وجہ صرف قرآن مجید کی نعمت سے دوری اور جہالت ہے۔ آج یہ مسلمان رشک کرتا ہے تو کسی ہیرو اور کھلاڑی کے کھیل تماشے پر۔ اگر رشک کرتا ہے تو انگریز ہندو یہودی ولایتی کی رسم ورواج پر۔ اگر رشک کرتا ہے تو غیر مسلم اَقوام کی عادات واطوار پر حتیٰ کہ شاعر کا دل تلملا اٹھتا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے:

وضع میں ہو تم نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائے یہود

کاش اس نے رشک کیا ہوتا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت وشرافت وقربانیوں پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا عمر رضی اللہ عنہ کی جرات اور غیرت ایمانی پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا اور محبت قرآن پر۔ کاش اس نے رشک کیا ہوتا علی رضی اللہ عنہ کی جوانمردی وبہادری پر تو آج پوری دنیا اس کی غلام ہوتی لیکن اس نے اپنے آئیڈیل بدلے تو خود اغیار کا غلام بن گیا اللہ مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد کرنے کی توفیق دے اور اپنے اوصاف ومیزات کو برقرار رکھنے اور قرآن وسنت پر رشک کرنے کی توفیق دے اور دین کی فہم وبصیرت دے تاکہ اسلام کی سرفرازی اور حقانیت ان کے دلوں میں رچی بسی رہے اور وہ دشمن اسلام کے مقابلہ کیلئے ہر وقت کمر بستہ رہیں۔ آمین

۱۱۔ قرآن مجید کا معلم ومتعلم پوری کائنات سے افضل ہے

قرآن مجید ایک ایسی بابرکت کتاب ہے کہ جس کا تعلق اس سے جڑ جاتا ہے وہ بھی اس تعلق کی بدولت بابرکت اور برگزیدہ بن جاتا ہے چنانچہ عثمان وعلی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (خیرکم من تعلم القرآن وعلمه) [صحيح الجامع ٣٣١٩، البخاري ٥٠٢٧ وتحفة الأخيار ٥٧٣، والصحيحة ١١٧٢، ١١٧٣، أبو داؤد ١٤٥٢ والترمذي ٢٩٠٩ وابن ماجه ٢١١] "تم میں

بہترین وہ ہے جو قرآن کی تعلیم لے اور اس کی تعلیم دے“ ...... اور سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ (خِيَارُكُم مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ) [صحيح الجامع ۳۲۶۸، والصحيحة ۱۱۷۱، وتحفة الأخيار ۵۷۳۷، ۵۷۳۸] ”تم میں سے اعلیٰ اور پسندیدہ وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور اسکی تعلیم دے“ ...... اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے (إن أفضلكم من تعلم القرآن وعلمه) [البخاری ۵۰۲۸ وتحفة الأخيار ۵۷۳۳] ”بے شک تم میں افضل ترین شخص وہ ہے جو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور اس کی تعلیم دے“ ...... تو گویا افضلیت اور پسندیدگی اور اعلیٰ ہونے کا معیار قرآن مجید کی تعلیم وتعلم ہے لیکن آج کا مسلمان دولت فانی کے گھمنڈ میں آکر افضلیت کی کسوٹی اور اعلیٰ ہونے کا معیار اپنی جھوٹی دولت وثروت اور گاڑیوں کو تصور کرتا ہے اور پھر اس تصور کو سچا بھی سمجھتا ہے اور عجیب وغریب دلائل پیش کرتا ہے اور یہی وہ فکر مذموم ہے جو کہ مسلمانوں میں سرایت کر گیا اور تخلف اور ذلت نے اپنے پنجے گاڑ لیے اور آخر کار قرآن مجید کی اس نعمت سے خود کو بھی دور کیا اور اپنے عمل سے لوگوں کو بھی قرآن مجید سے دور کیا حتیٰ کہ ﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللهِ﴾ کا مصداق تو یہود تھے لیکن مسلمانوں نے دنیا فانی میں کھو کر اپنے اوپر اس کی مہر ثبت کروائی۔ اے کاش مسلمان اپنے فضل وبرتری وفضیلت کو برقرار رکھتا آج اغیار کا غلام نہ بنتا آج ورلڈ بینک اس کو ذلت کا ناچ نہ نچاتا مسلمان اپنے میزے کو زندہ رکھتا جو کہ قرآن مجید کی تعلیم وتعلم میں تھا تو آج کشمیر میں ہندو مستیاں نہ کرتا شیشان میں مسلمانوں پر آگ نہ برسائی جاتی فلسطین کو الٹی چھری سے ذبح نہ کیا جاتا اور کاش مسلمان اپنے ماضی نہ بھولتا تو ماضی کے اوراق اس کو بتلاتے کہ جب مسلمانوں نے اپنے میزے کو سلامتی کے ساتھ پکڑے

رکھا تو وہ برکات پھیلیں اور وہ ترقیاں ہوئیں اور وہ کرامات ظہور پذیر ہوئیں کہ شاعر نے اسے اپنے قلم میں بند کیا اور کہا

لیے علم وفن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب ان سے سیکھا صفا ہانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

اس لئے میرے مسلمان بھائی! عقل کے ناخن لے اور قرآن مجید کی غیرت کو سینے میں پیوست کر لے اور ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان لے کر عمل پیہم کی ڈھال لے کر کھڑا ہو جا اور میدان کارزار میں یوں غراؤ کہ

ساقی میرے خلوص کی شدت کو دیکھنا
پھر آ گیا ہوں شدت دوراں کو ٹال کر

اور قدم بڑھاتے ہوئے شرک و بدعت کا قلع قمع کرتے ہوئے دنیا والوں کو خواب سے یوں بیدار کرو کہ فوراً اس افضلیت اور فضیلت کا ہار زیب تن کریں اور آواز دو کہ

چھین لو بڑھ کے سمندر سے تلاطم کی لگام
ایسے ٹکراؤ کہ ہر موج کو خوباں کر دو

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور اس افضلیت کو اپنی زندگی کا شعار بنائیں۔ آمین

۱۲۔ قاریٔ قرآن قیامت کے دن فرشتوں کی صف میں کھڑا ہوگا

قاریٔ قرآن جہاں پوری کائنات سے افضل واعلیٰ ہے وہاں دنیا کے بعد یوم حساب میں بھی اس کی تکریم بے نظیر ہوگی کہ اس کو مقربین فرشتوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذي يقرأ القرآن ويتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران) [البخاری ۴۹۳۷ ومسلم ۱۸۵۹ وصحيح الجامع ۶۶۷۰، ۵۴۹۷] ''قرآن مجید کا ماہر مقربین فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور وہ شخص جو قرآن پڑھتا ہے لیکن زبان کی رکاوٹ سے (لقوہ پن یا لکنت کی وجہ سے) ہکلاتا ہے (اٹکتا ہے) اور اس پر گراں گزرتا ہے تو اس کو دگنا اجر ملے گا''۔

تو قرآن مجید جہاں دنیا میں قاری اور ماہر کو عزت مآب بناتا ہے وہاں قیامت کی ہولناکیوں میں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ﴾ [الحج ۲] ''جس دن تم اسے (قیامت کو) دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش (نشے والے، متوالے) دکھائی دیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہونگے''......اور جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (يقوم أحدهم في رشحه إلى أنصاف أذنيه) [البخاری ۶۵۳۱] ''(قیامت کے دن کہ جس دن ہر شخص اپنے رب کیلئے کھڑا ہوگا) اس حالت میں کھڑا ہوگا کہ اس کا پسینہ اس کے کانوں کے درمیان تک پہنچا ہوگا''......اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا

کہ (يعرق الناس يوم القيامة حتى يذهب عرقهم في الأرض سبعين ذراعا ويلجمهم حتى يبلغ آذانهم) [البخاری ۶۵۳۲] ''قیامت کے دن لوگ اپنے پسینے میں (قیامت کے خوف وہراس اور ہولناکیوں کی وجہ سے اور بدعملوں کی وجہ سے) ڈبکیاں کھا رہے ہوں گے حتیٰ کہ ۷۰ ہاتھ تک ان کا پسینہ زمین میں ہوگا اور ان کو پسینے کی لگام پہنائی جائے گی اور ان کے کانوں تک ہوگا'' ...... ہر شخص کو اپنے عمل کے مطابق خوف وہراس ہوگا اور کسی کا پسینہ ٹخنوں تک کسی کا گھٹنوں تک کسی کا کمر تک اور کسی کو لگام پہنائے گا اور کسی کو کانوں تک اور کچھ بدنصیب ۷۰ ہاتھ پسینے میں ڈبکیاں لے رہے ہوں گے لیکن ان ہولناکیوں میں اس قرآن مجید کے ماہر کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا اس کی تکریم کی جائے گی کاش مسلمان اس تکریم کو سمجھیں لیکن صد افسوس ہے مسلمانوں پر کہ یہی ماہر وقاری ان کو برا لگتا ہے کہ نہ خود کوشش کرتے ہیں کہ ہم قاری وماہر بنیں بلکہ جو بننا چاہے اسے روکتے ہیں اور جو قاری یا ماہر بن جائے پھر بھی اس کو مال ودولت کی کسوٹی پر تولتے ہوئے حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور ساتھ اس عمل کو رد کرنے کیلئے باقاعدہ دلائل دیتے ہیں کہ اسلام میں تنگی اور تکلف نہیں یہ تو ہم بھی نہیں تسلیم کرتے کہ تنگی اور تکلف ہے لیکن ذرا سوچیں کہ بھلا یہ کہہ دینا کافی ہوگا؟ نہیں تنگی وتکلف سے دور ہو کر قرآن کو پڑھیں تو سہی ماہر تو بنیں لیکن پھر بہانے ہوتے ہیں کہ جی ہر کوئی تو قاری نہیں بن سکتا نا زبان موٹی ہے کیا کریں؟ تو میرے بھائی! ذرا سوچ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر صحیح زبان والا ایک حرف پڑھے تو اس کو دس نیکیاں ملیں گی لیکن جس کا نطق اور تلفظ زبان کی رکاوٹ وموٹی ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوتا لیکن وہ محنت کرتا ہے اور تلاوت کرتا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس محنت کا اجر اس کو دگنا دیتے ہیں یعنی ہر حرف کی بیس نیکیاں دیتے ہیں لیکن اگر بہانوں پر تکیہ ہو تو

پھر نصیحت بھی اثر نہیں کرتی اس لئے میرے مسلمان بھائی! اٹھ اور تجدید عہد کر اور اپنی نیتوں کو خالص کر کے قرآن مجید کی نعمت کو سینے سے لگا اور

فتح ونصرت کیلئے رب سے طلب امداد کر
غفلتوں بہانوں سے باز آجا عہد اپنا یاد کر
اٹھ کھڑا ہو اپنے وعدے کو نبھانے کیلئے
دنیا میں اسلام کا آئین لانے کیلئے
دھر کو امن وآمان کا نقشہ دکھلانے کیلئے
سکہ طاقت کا زمانے پر بیٹھانے کیلئے
بے کس ومسکین کی ڈھارس بندھانے کیلئے
دشمنان دین احمد کو مٹانے کیلئے
بے دین وملحدوں کو سیدھا راہ دکھانے کیلئے
غفلتوں میں سوئے ہوؤں کو جگانے کیلئے
دنیا کو قرآن کا پیغام سمجھانے کیلئے
اس پر عمل کر کے جنت میں جانے کیلئے

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۱۳۔ قاری قرآن کا عجیب وغریب اعزاز وشرف جنت کی سیڑھیوں کی شکل میں

قاری قرآن جہاں قیامت کے بھیانک دن میں فرشتوں کی صف میں کھڑا ہوگا وہاں اس کو ایسے امتیاز واعزاز وشرف سے نوازا جائے گا جو کہ نوعیت وکیفیت کے اعتبار سے نمایاں ومنفرد وانوکھا ہوگا جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن (یقال لصاحب القرآن اقرأ وارق ورتل کما کنت

ترتل فی دار الدنیا فإن منزلتک عند آخر آیة کنت تقرأها) [صحیح الجامع ۸۱۲۲، وصحیح أبی داؤد ۱۳۱۷، والترمذی ۲۹۱۴ وأحمد ۱۹۲/۲] ''قاری قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور سیڑھیاں (جنت کی) چڑھتا چلا جا اور جس طرح تو دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا آج بھی پڑھ (جنت میں) تیری منزل وہاں ہے جہاں تو آخری آیت پڑھے گا''......اور ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا تھا کہ (یقال لصاحب القرآن إذا دخل الجنة اقرأ واصعد فیقرأ ویصعد لکل آیة درجة حتی یقرأ آخر شیء معه) [صحیح الجامع ۸۱۲۱] ''قاری قرآن جب جنت میں داخل ہوگا تو اس کو کہا جائے گا کہ پڑھ اور سیڑھیاں چڑھ وہ قرآن مجید پڑھتا جائے گا اور سیڑھیاں چڑھتا جائے گا (ہر آیت کے بدلے ایک درجہ (منزل) چڑھے گا) حتی کہ آخری آیت جو اس نے یاد کی ہوگی اس کو پڑھے گا''......اور یہی اس کا مقام ہوگا تو ان دو حدیثوں سے قاری قرآن کا جو انفرادی اور بے مثال و بے نظیر اعزاز ظاہر ہوتا ہے اس کے حصول کو وہی شخص ممکن بنا سکتا ہے جس کو قرآن مجید سے محبت لامتناہی ہو اور وہ قرآن مجید کی محبت تمام کائنات کی محبتوں پر مقدم کرتا ہو۔ تو دیکھیں یہ قاری قرآن جس کو دنیا دار حقیر خیال کرتے ہیں قیامت کے روز کہ جس دن ساری خلقت نفسی نفسی کر کر رہی ہوگی اس دن اس کو سب سے پہلے تو قرآن مجید کی سفارش پر جنت میں داخل کیا جائے گا پھر جنت کے داخلے کے بعد اس کو حکم ہوگا کہ اے قاری قرآن اب تو قرآن کی تلاوت کرتا جا اور جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور وہ پڑھتا جائے گا اور سیڑھیاں چڑھتا جائے گا حتیٰ کہ آخری آیت تلاوت کرے گا اور وہاں اس کا مقام ہوگا۔ اے کاش مسلمان اس اعزاز کو سمجھ لیں تو کبھی بھی قرآن مجید سے دور نہ ہوں اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن مجید کی آیات کی گنتی میں اگرچہ اختلاف

ہے لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے مطابق ۶۶۶۶ آئتیں ہیں تو گویا اتنی سیڑھیاں قاری چڑھے گا لیکن آج ہم نے اس اِعزاز کو بھلایا اور اپنے اَسلاف صحابہ کرام کی زندگیوں کو بھلادیا (جنہوں نے قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس طرح سنا مِن وعَن اسی طرح ہم تک پہنچایا) تو شاعر بول اٹھا:

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا نے زمیں پر آسمان سے ہم کو دے مارا

اور کیوں نہ ذلتیں ہمارے قدم چومتیں ہم نے قرآن کو تو کیا انسانیت کو ہی بھلادیا اور بجائے اس کے کہ قرآن کی بدولت اغیار کو اپنا غلام بناتے ہم نے اپنے ہی بھائیوں کو کاٹنا اور کھانا شروع کر دیا حتیٰ کہ زندگی انسان کی اتنی سستی ہوگئی کہ اتنی سبزی بھی سستی نہیں حتیٰ کہ کہنے والے نے کہا

اے اشرف المخلوقات تجھے کیا ہوگیا ہے
تو تو آدم تھا آدم خور ہوگیا ہے

محبت کی فراوانی اخوات کی جہانگیری کی جگہ دھوکے وفراڈ کی فراوانی اور قوی مظالم کی جہانگیری نے لے لی اور قرآن مجید کی لذتوں اور حلاوتوں سے دور ہوئے تو خودکشی نے گھر گھر میں دنیا سے تنگ آکر چھاپے مارے اور کتنی ہی جانیں تلف ہوئیں حتیٰ کہ شاعر بول اٹھا:

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

اے میرے مسلمان بھائی! اٹھ کھڑا ہو اور تجدید جرات کر اور یہ عزم کر اور قرآن مجید کو سینے سے لگا کر کفر وشرک وبدعت وگمراہیوں کا قلع قمع کرنے کیلئے اور امن وامان

کے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر یہ آوازہ لگا کہ

قسم ہے اشہب توحید کی محشر خرامی کی
کہ اک جھٹکے میں توڑ دوں گا زنجیر غلامی کی

اور اس آوازے کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں پھیل جا اور جوانوں کی بھاگ ڈور سنبھال اور پوری کائنات کو کائنات کی غلامی سے نکال کر رب کائنات کی غلامی میں جکڑ دے اور بقول شاعر

خرد کو غلامی سے آزاد کر
جوانوں کو پیروں کا استاد کر

اور مصائب وآلام اور دشمن طوفانوں سے اپنے آپ کو مضبوطی اور ایمان جیسی فولادی قوت سے بچاتا چلا جا اور اپنے ان پاک عزائم میں تزلزل نہ لانا اس لئے کہ

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی اللہ پر ہو
تلاطم خیز طوفانوں سے گھبرایا نہیں کرتے

اور وہ لوگ جو ایمان اور تقوے کی قوس وکمند وسیف کو زیب تن کرتے ہیں ان کو شمشیروں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بقول شاعر

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس قوم کے جوانوں کی صورت فولاد

اور انتظار کر پر وہ دن دور نہیں کہ قرآن مجید کا پھلیرا پوری دنیا میں لہرایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ابریوں نازل ہوگی کہ پوری کائنات پر اسلام کا ڈنکا بجے گا اور بقول شاعر

چومی ہے فرشتوں نے ادب سے میری دہلیز
عالم کی خلافت کی قبا مومن کیلئے ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم قرآنی اعزازات کو تمغوں کی طرح سینے میں سجائیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں اور جنت الفردوس کے وارث بنیں (آمین)

۱۴۔ قاری قرآن کا احترام اللہ کی قاریٔ قرآن کیلئے تجیل و تعظیم کی علامت ہے

قاری قرآن کا جہاں قیامت کے دن منفرد اعزاز ہوگا کہ اس کو جنت کی سیڑھیوں پر چڑھنے حکم ہوگا اور ساتھ ساتھ پڑھنے کا حکم ہوگا وہاں قاری قرآن کا جو دنیا و آخرت میں اچھا مقام واحترام ہے یہ اس لئے ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس کی تعظیم و تجیل کو لازمی قرار دیا جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تعظیم دی ہو اور تجیل کے لائق سمجھا ہو تو اس سے بڑھ کر کیا میزہ ہوسکتا ہے چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (إن من إجلال الله إكرام ذي الشيبة المسلم وحامل القرآن غير الغالي فيه والجافي عنه وإكرام ذي السلطان المقسط) [صحيح الجامع ۲۱۹۹ وأبو داؤد ۴۸۴۳] ''بوڑھے مسلمان کا احترام اور قاری قرآن جو غلو کرنے والا نہ ہو اور نہ ہی کمی کرنے والا ہو اس کا احترام اور انصاف پسند بادشاہ کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تجیل کی علامت ہے'' ...... تو جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اس کے سفید بال آجائیں مجالس میں اس کی توقیر اور احترام اور وہ قاری قرآن جو افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتا یعنی نہ تو تکلف میں اتنا غلو کرتا ہے اور نہ ہی اس سے بالکل منہ موڑ لیتا ہے اور وہ بادشاہ جو عدل پسند ہو ان سب کا احترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تجیل کی نشانی ہے لیکن آج مسلمان اگر اس کے سفید بال آجائیں تو وہ اپنے آپ کو بوڑھا کہلانے سے شرم کھاتا ہے اور کالے رنگ کے ساتھ اپنا منہ تو کالا کرتا ہی ہے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی نافرمانی بھی کرتا ہے کہ کالا رنگ نہ کرو [صحيح الجامع ۸۱۵۳] اور قاری قرآن کی شان تو پھر ہے ہی عجیب دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس کے لئے تو انعامات ہی

انعامات ہیں شرط یہ ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا متلاشی ہو اور غلو نہ کرے افراط وتفریط کا شکار نہ ہو یہ نہیں کہ فرضی نمازیں بھی نہ پڑھے یا پڑھے تو تاخیر کے ساتھ اور گھر میں پڑھے تو وہ قاری قرآن نہیں نا ہی اس کو قرآن کا حفظ کچھ فائدہ دے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ دو شخص آئے اور مجھے لے کر چلے گئے (یعنی دو فرشتے) آخر میں ان کے ساتھ چلا اور ایک ایسے شخص پر آئے جو لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص پتھر لے کر کھڑا تھا اور اس کے سر پر مار رہا تھا تو اس کا سر کچل دیتا پھر پتھر وہاں سے لڑھک جاتا پھر وہ پکڑتا اور مارتا اور اس کا سر کچل دیتا تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو دونوں فرشتوں نے جواب دیا یہ وہ شخص ہے کہ الذی یأخذ القرآن فیرفضه وینام عن الصلاة المكتوبة جس نے قرآن کو لیا حفظ کیا پھر اس کو چھوڑ دیا ترک کر دیا اور فرضی نمازوں کے وقت سویا رہتا تھا ویفعل به إلى يوم القيامة قیامت تک اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جائے گا“[البخاری ۷۰۴۷، ۱۳۸۶]......لیکن جو شخص قرآن مجید کی نعمت مل جانے کے بعد اس کی قدر کرتا ہے اس کو پڑھتا ہے اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو یہ قرآن قیامت کے دن جب قاری قرآن کی قبر کھلے گی اور وہ باہر آئے گا تو اسے ملے گا ایک دبلے آدمی کی شکل میں اور کہے گا کہ کیا تو نے مجھے پہچانا تو قاری کہے گا نہیں پھر پوچھے گا اور یہی جواب دے گا پھر قرآن مجید جو کہ ایک دبلے آدمی کی شکل میں ہوگا اس کو کہے گا کہ میں تیرا ساتھی قرآن مجید ہوں جس کی وجہ سے تو پیاسا رہتا اور رات کو جاگتا رہتا تھا ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا ہے آج تو بھی اپنی تجارت کے پیچھے ہے پھر اسکے سر پر تاج رکھا جائے گا اور اس کے والدین کو حلہ پہنایا جائے گا پھر اس کو کہا جائے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجات چڑھتا جا اور اس کی منازل طے کرتا جا تو وہ پڑھتا جائے گا اور چڑھتا جائے گا[أحمد ۵/۳۴۸، ۳۸۲]......

ایسا مقام وعزت کیوں نہ ملے (اس لئے کہ اس نے قرآن سے وفاداری کی) اور باعث عزت وشرف ہو چنانچہ اسی لئے امام شاطبی نے فرمایا تھا:

بنفسی من استهدی إلی الله وحده وکان له القرآن شربا ومغسلا

هو المجتبی یغدو علی الناس کلهم قریبا غریبا مستمالا مؤملا

''میں قرآن جاؤں اس شخص کے کہ جو اللہ وحدہ سے ہدایت کا طالب ہوا اور قرآن مجید اس کا مشروب اور پاکیزگی کا سامان ہو اور وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیاں چل پھر رہا ہوتا ہے اجنبی لوگ اس کی توجہ کے طالب اور وہ لوگوں کیلئے آرزوؤں کی امید گاہ ہوتی ہے'' ...... اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن سے وفاداری کی توفیق دے اور اس کی وفاداری کے دنیا وآخرت میں ثمرات حاصل کرنے کی توفیق دے (آمین)

اے میرے مسلمان بھائی جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے سابقہ تمام فضائل اسے حاصل ہوں اور وہ دنیا وآخرت میں خوشیوں کو سمیٹے تو اسے چاہئے کہ تمام فتنوں اور حزبیات کو یکسر ترک کر کے قرآن مجید کی طرف لوٹ آئے کیونکہ قرآن مجید جہاں بندے کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتا ہے وہاں دنیا وآخرت میں اس کی کامیابی کا سبب بھی بنتا ہے اور ہر فتنے کا علاج بھی ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (ألا إنها ستکون فتنة فقلت ما المخرج منها یا رسول الله قال کتاب الله فیه نبأ ما کان قبلکم وخبر ما بعدکم ......) [الترمذی ۲۹۰۶ وفضائل القرآن لابن کثیر ص ۱۱ والدرامی ۳۳۳۲] ''خبردار عنقریب فتنہ ہوگا تو میں نے پوچھا کہ فتنے سے نکلنے کی صورت کیا ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی کتاب کو تھامنا کیونکہ اس میں پہلوں کی خبریں بھی ہیں اور بعد والوں کی بھی'' ...... اس لئے فتنوں سے نکلنے کیلئے اور ربانی رضا کو پانے کیلئے اور اصل منزل مقصود تک جانے کیلئے بصیرت کی

عینک لگایئے اس لئے کہ

ملے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ

اندھیری شب میں ہو چیتے کی آنکھ کا چراغ

لیکن اگر جنت کی سیڑھیوں پر چڑھنے کا ذوق بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتے جائیں اور قرآن سے دور بھی رہیں تو یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ

تصل الذنوب إلى الذنوب　　　وترتجي درج الجنان وفوز نيل العابد

أنسيت ربك حين أخرج آدم　　　منها إلى الدنيا بذنب واحد

''گناہوں پر گناہ کیے جارہا ہے اور جنت کی سیڑھیوں اور عبادت گزاروں کی کامیابی کا امیدوار بھی ہے کیا تم بھول چکے ہو کہ تیرے باپ آدم کو اللہ تعالیٰ نے ایک غلطی کے سبب جنت سے نکال دیا تھا'' ...... اگر ایک غلطی کیوجہ سے آدم علیہ السلام جنت سے نکل سکتے ہیں تو اے مسلمان! تو روزانہ کی ہزاروں غلطیاں کرے اور قرآن سے بھی دور رہے پھر تو جنت میں کیسے جا سکتا ہے اس لئے گناہوں کی توبہ کرو اور فورا قرآن مجید کی طرف لوٹ آؤ کیونکہ دنیا وآخرت میں نجات قرآن مجید کی وجہ سے ہوگی

ترجوا النجاة ولم تسلك مسالكها　　　إن السفينة لا تجرى على اليبس

''نجات کے امیدوار بھی ہو اور نجات کے راستوں پر چلتے نہیں ہو (یاد رکھنا) بے شک کشتی خشکی پر نہیں چل سکتی'' ...... جس طرح کشتی خشکی پر نہیں چلتی اس کیلئے پانی کا ہونا ضروری ہے اسی طرح نجات کیلئے اعمال صالحہ کا ہونا ضروری ہے وگرنہ نجات ممکن نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید کے فضائل کو حاصل کرنے کی اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللہ الموفق والهادی إلى سواء السبيل

قرآن مجید کے حقوق

(پہلا حق)

قرآن مجید پر ایمان لایا جائے

✪ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے اس کا اِقرار کیا جائے کہ یہ اللہ جل شانہ کا کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے واسطے سے آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر تقریباً ۲۳ سال میں نازل ہوا جس کو اصطلاحی زبان میں اِقرارٌ بِاللسان (زبان سے اقرار کرنا) کہتے ہیں۔ زبان کے اقرار کے بعد پھر اسی چیز کا اقرار دل سے کروانا یعنی قلبی تصدیق کرنا کہ واقعی یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے ذریعے آخری نبی ﷺ پر نازل کیا گیا جس کو اصطلاحی زبان میں تصدیقٌ بِالجِنان (دل سے تصدیق کرنا) کہتے ہیں۔ زبان کا اقرار اور دلی تصدیق کر لینا قرآن مجید پر ایمان لانے کیلئے کافی نہیں بلکہ اس قولی اقرار و قلبی تصدیق کو عملی جامہ پہنانا اور جسم کے تمام اعضاء پر نافذ کرنا اور سر سے پاؤں تک اس اقرار کے تابع عمل کروانا عین ایمان ہے جس کو اصطلاحی زبان میں عملٌ بِالأَرکان (اَعضاءِ جسم، ارکان جسم کے ساتھ عملی نمونہ پیش کرنا) کہتے ہیں۔ چنانچہ ایمان سب سے پہلے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جن کو مومنوں کی صفت سے متصف کیا گیا ہے) نے قبول اور تسلیم کیا جیسا کہ رب ذو الجلال خود اسی قرآن مجید میں فرماتے ہیں ﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ﴾ [البقرة ۲۸۵] ”رسول کریم ﷺ ایمان لائے اس چیز (وحی کتاب، قرآن مجید) پر جو اس کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور

مومن بھی (اس چیز پر) ایمان لائے“......یعنی نبی کریم ﷺ اس پر ایمان لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ایمان لائے تو ایمان کی دولت پالینے کے بعد اللہ جل شانہ نے ان کو مومنوں کے لقب سے نواز دیا چنانچہ انہوں نے اس لقب کی اتنی قدر کی کہ اپنا اٹھنا بیٹھنا اس قرآن مجید کے مطابق کر لیا اور پوری کائنات کیلئے آئیڈیل بن گئے اور آج اگر نبی کریم ﷺ کی شخصیت مطہرہ کے بعد کسی ہستی سے اسلام وقرآن مجید کی اصل روح وساخت سامنے آتی ہے تو وہ صحابہ کی ہستی ہے جس کو شاعر یوں بیان کرتا ہے:

یہ راز کسی کو معلوم نہیں کہ مومن

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

یعنی دیکھنے میں تو قاری ہے لیکن اقرار زبانی وتصدیق قلب کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو قرآن مجید کی استوار کردہ راہوں پر چلایا ہے جس سے ہر شخص قرآن مجید کی عملی تفسیر کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ لیکن آج کا مسلمان زبان سے اقرار تو کرتا ہے اور بعض بد بخت اقرار بھی جزوی کرتے ہیں یا پھر اِقرار شک کے ساتھ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا فلاں ایشو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے بلکہ حوادث زمانہ اور مرور زمن کے ساتھ چند اشخاص نے اس میں کمی وزیادتی کی ہے لیکن قرآن مجید ایسے زعامِم باطلہ سے مبرا ہے اور انہی کی بابت گواہی دیتا ہے کہ ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ﴾ [الشوریٰ ۱۴] ”اور بے شک وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اس کے بارے الجھن والے شک میں پڑے ہیں (شکوک وشبہات میں پڑھے ہیں)“...... اور یہی شک ہی ایسا غلیظ عنصر ہے کہ جو نہ تو ہمارے دلوں میں قرآن مجید کی کوئی عظمت بیٹھنے دیتا ہے اور نہ

ہی پھر طبیعت آمادہ ہوتی ہے کہ اس کو پڑھا جائے اور غور وفکر کیا جائے اور اسے زندگی کا لائحہ عمل اور نصب العین بنایا جائے اور رشد وہدایت کیلئے اسے منبع ومصدر ومشعل راہ بنایا جائے بلکہ یہ عنصر ہماری ذہبی ساخت کو اس طرح کچل چکا ہے اور مسخ کر چکا ہے کہ آج ہم قرآن مجید کو صرف ایک متوارث مذہبی عقیدے (Dogma) کی بناء پر ایک مقدس کتاب تصور کرتے ہیں جو صرف وقت نزع کے وقت سورۂ یٰس پڑھنے یا پھر ''قرآن خوانی'' جو کہ غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ ''برائے نام خوانی'' بھی ہے کیلئے ایک ریشمی غلاف میں بند کر کے صندوق یا اوپر طاق میں رکھ دیتے ہیں کہ بوقت ضرورت کام آئے گی۔

ہائے افسوس! مسلمان کے قرآن مجید کے ساتھ اس حقیر تعامل ومعاملہ پر جس نے اس کو ایک وقتی ضرورت سمجھا تو قرآن مجید بھی اپنی تمام خوشیوں کو فضیلتوں کو اور بلندیوں کی پٹاری کو لپیٹ کر ہم سے دور رخصت ہوگیا اور ہم فلسفہ وگندی زبانوں کے پجاری بن گئے اور ذلیل ورسوا ہوگئے اور قرآن مجید جو بڑی شان وعظمت سے نازل ہوا اور مومن کا نصب العین قرار پایا وہ گمنام ہوگیا۔ بقول شاعر

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

اور جو بلندیاں قرآن کی بدولت ملتی تھیں ہم نے تجدد اور فلسفہ سے لینی چاہیں تو شاعر بول اٹھا

اپنی تو جیب میں دال کا اک دانہ بھی نہ تھا
گھومتے پھرتے رہے مصر کے بازاروں میں

اور توجہ دلائی کہ

وہ جنس نہیں ایمان جیسے لے آئیں کان فلسفہ سے
ڈھونڈنے سے ملے گی قاری کو یہ قرآن کے سیپاروں میں

اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ قرآن مجید کی جزی کو تھامنے کی توفیق دے اور اس کے ثمرات چننے کی توفیق دے۔ آمین

✪ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قلوب میں یقین محکم ہو کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اس کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی جس کو جبریل کے واسطے سے نازل کیا گیا جیسا کہ قرآن مجید خود گواہی دیتا ہے ﴿تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ [الحاقة ۴۳] ''قرآن مجید رب العالمین کا اتارا ہوا ہے''……اور دوسری جگہ فرمایا ﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ☆ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ☆ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾ [الشعراء ۱۹۲-۱۹۵] ''یہ قرآن مجید رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے، آپ کے دل پر اترا ہے کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، واضح عربی زبان میں ہے''……تو مذکورہ آیات قرآنیہ اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کو فرشتے جبریل علیہ السلام کے ذریعے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور وہ واضح عربی زبان میں تھا تو نازل کرنے والی ذات بھی وہ ہے جو خالق کائنات اور مالک مطلق اور جبار وقہار ہے جس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس کی نازل کردہ چیز میں تبدیلی کرنے کا کل کائنات میں کوئی بھی مجاز نہیں اور نہ ہی کوئی اتنی سکت رکھتا ہے کیونکہ جہاں اس ذات نے نزول کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی کہا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ بھی ہم پر ہے اس لئے اس میں تغیر و کمی وزیادتی کا تصور ہی سرے سے غلط ہے تو وہ لوگ جو کفار مکہ

کی پیروی کرتے ہوئے اس قرآن مجید میں تشکیکی ذہن رکھتے ہیں انہیں کے بارے میں مذکورہ آیات نازل ہوئی تھیں کیونکہ کفار مکہ نے قرآن مجید کے وحی الٰہی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا تھا اور اسی بناء پر رسالتِ محمدیہ اور دعوتِ محمدیہ کا انکار کیا تھا تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے واقعات وقصوں کو بیان کر کے یہ واضح کر دیا کہ قرآن مجید یقینی طور پر وحی الٰہی اور منزل من اللہ ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ رسول ﷺ جو نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے تھے وہ گذشتہ انبیاء وقوموں کے واقعات کس طرح بیان کر سکتے تھے؟ اس لئے یہ قرآن یقیناً رب العالمین کی طرف سے ایک امانتدار فرشتہ جبریل علیہ السلام محمد ﷺ کی طرف لے کر آئے جس کو قرآن نے ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ آج بھی مستشرقین جو خبیث آراء پھیلا رہے ہیں کہ یہ قرآن مجید اصل نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے سابقہ کتب سے اقتباس کیا ہے اور وہ نبی نہیں تھے (نعوذ باللہ) بلکہ انہوں نے نبوت ورسالت کا دعویٰ کیا تھا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ وہ مصحف نہیں جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا تھا بلکہ یہ تو وہ مصحف ہے جس کو عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا تھا اور جو چاہا اس سے حذف کر دیا بلکہ تقریباً ۵۰۰ حروف حذف کر دیئے گئے اور بعض نے تو باقاعدہ قرآن مجید میں تشکیک پیدا کرنے کیلئے کتابیں لکھیں جن میں سے حسین النوری الطبرسی الرافضی الخبیث ہے ہے اس اپنی کتاب کا نام (فصل الخطاب فی إثبات تحریف کتاب رب الأرباب) رکھا اور آیات کو بدلا اور بعض زنادِقہ نے تو یہ بھی کہا کہ قرآنی آیت ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ (بسيف علي) وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ [القرطبی ۱/۸۲] ہے (والعیاذ باللہ)

الغرض مومن کا ایمان محکم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید جہاں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے وہاں یہ نبی کریم ﷺ پر اتارا گیا اور یہ رہتی دنیا تک رشد وہدایت کا منبع ومصدر ومشعل راہ ہے۔

✪ قرآن مجید پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ زبان وقلب سے اقرار وتصدیق کی جائے کہ یہ ہر اعتبار سے مِن وعَن جیسا کہ نازل ہوا تھا ہمارے پاس موجود ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف کوئی تغیر وتبدل اور کمی وزیادتی نہ مدعا میں واقع ہوئی ہے اور نہ ہی اس کے متن میں بلکہ یہ بالکل مصون ومحفوظ ہے اور قیامت تک اسی وصف کے ساتھ رہے گا۔ اس لئے کہ اس کا نازل کرنے والا وہ اللہ ہے جو پوری کائنات کا مالک ہے اور اس نے اعلان کر دیا ہے کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر ۹] ''ہم نے ہی اس قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں''...... اس آیت میں اللہ جل شانہ نے ایک تو نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے نازل کیا، دوسرا یہ کہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں تو ان دونوں نکتوں کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

☆ ہم نے اس کو نازل کیا! یہ تو پکی بات ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوا کہ کیسے نازل ہوا؟ تو قرآن مجید میں نزول کے حوالہ سے دو طرح کے لفظ استعمال ہوئے ہیں أَنْزَلَ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے کہ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر ۱] ''ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا''...... اور پھر لیلۃ القدر کا تعین بتایا کہ وہ رمضان کا مہینہ ہے ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ [البقرة ۱۸۵] ''رمضان کے مہینے میں قرآن نازل ہوا''...... تو ان دونوں آیتوں میں لفظ أَنْزَلَ باب افعال

استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے اتارنا اور دوسرا لفظ تنزیل باب تفعیل استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا﴾ [الإسراء ۱۰۶] ''اور ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا تھوڑا تھوڑا کر کے''......اب دیکھیں پہلے لفظ باب افعال سے ہیں اور دوسرے لفظ باب تفعیل کے ہیں باب افعال کا خاصہ یہ ہے کہ کوئی کام یکبارگی ہو جائے تو باب افعال استعمال کرتے ہیں اور باب تفعیل کا خاصہ یہ ہے کہ کوئی کام درجہ بدرجہ تدرج کے ساتھ تھوڑا تھوڑا، ٹھہر ٹھہر کر بڑے اہتمام کے ساتھ جب ہو تو وہاں باب تفعیل استعمال کرتے ہیں۔ یہی دونوں الفاظ کا دقیق فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سارے کا سارا قرآن مجید لیلۃ القدر میں (جو کہ رمضان المبارک میں ہوتی ہے اور اسے لیلۃ مبارکۃ کہا گیا ہے) آسمان دنیا پر نازل کیا جس کیلئے باب افعال أنزلناه فى ليلة القدر اور أنزل فيه کے لفظ استعمال کئے اور پھر آسمان دنیا سے حالات وواقعات ووقت کے مطابق جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ پر تقریباً ۲۳ سال میں نازل کیا جس کیلئے باب تفعیل ونزلناه کے لفظ استعمال کیے گویا انزل وتنزیل میں وہی فرق ہے جو اعلام وتعلیم میں ہے جب کسی کو ایک بار خبر دینی ہو تو وہاں اعلام کا لفظ بولتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ یہ خبر سمجھ بھی آئے اور تعلیم رفتہ رفتہ، دھیرے دھیرے وقت کے ساتھ دی جاتی ہے یکبارگی سارا علم نہ پھینکنا ممکن ہے اور نہ ہی دیا جاتا ہے کہ شریعت اسلامیہ کی ساری تعلیمات چند لحظات میں دے دی جائیں بلکہ تھوڑا تھوڑا ترتیب اور اہتمام کے ساتھ تعلیم دی جاتی ہے۔ اگر چہ قرآن مجید لفظ نزل (جو کہ باب لازم ہے جس کا معنی ہے اترنا) بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ﴾ تو چونکہ اس کے سات بھی باء کا صلہ آگیا ہے تو اس کا معنی بھی

یہ ہوگیا ''اس کے ساتھ اترا ہے روح الامین یا اسے اتارا ہے روح الامین نے''...... الغرض قرآن کا نزول پہلے دفعہ واحدۃ یکبارگی سارے کا سارا رمضان المبارک میں لیلۃ القدر کی رات کو آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر اس کا نزول باقاعدہ طور پر دھیرے دھیرے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر شروع ہوا اور سب سے پہلی وحی جو غار حراء میں جبریل نے محمد رسول اللہ ﷺ پر پڑھی وہ سورۃ العلق کی ابتدائی آیات ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ☆ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ☆ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ☆ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ [العلق ۱۔۵] ''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ تیرا رب بڑا کرم والا ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا، جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا''۔

پھر قرآن مجید نے اس پہلی وحی کے بعد تنزلات کی جملہ وادیاں طے کرنا شروع کیں اور ایک ایسے دن کا سورج طلوع ہوا کہ جس میں رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اپنی مشیت کو پورا کرنے کیلئے جبریل کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا جو کہ بنی غفار کے باغیچہ کے پاس تھے جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (أن النبی ﷺ کان عند أضاءة بنی غفار فأتاه جبريل عليه السلام فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتی لا تطيق ذلك ثم أتاه الثانية فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على حرفين فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وإنی أمتی لا تطيق ذلك ثم جاءه الثالثة فقال إن الله يأمرك أن تقرئ أمتك القرآن على ثلاثة أحرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتی لا تطيق ذلك ثم جاءه الرابعة فقال إن

اللہ یأمرک أن تقرئ أمتک القرآن علی سبعة أحرف، فأیما حرف قرؤوا علیه فقد أصابوا) [مسلم ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، والنسائی ۹۳۸، وأبو داؤد ۱۴۷۵، والتحفة ۶۰، وصحیح الجامع ۶۵، وتحفة الأخیار ۵۸۰۱] ''نبی کریم ﷺ بنی غفار کے باغیچہ (اضاءۃ بنی غفار مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں بنی غفار اترے تھے) کے پاس تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن مجید پڑھائیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت اور مغفرت طلب کرتا ہوں میری امت (جو کہ عرب وعجم دونوں پر مشتمل ہوگی) اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ تب جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور دوسری مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت ومغفرت طلب کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ پھر جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور تیسری مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی امت کو تین حرفوں پر پڑھائیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی عافیت اور مغفرت طلب کرتا ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر جبریل اللہ تعالیٰ کے پاس گئے اور چوتھی مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں کہ اپنی امت کو سات حروف پر پڑھائیں جس حرف پر پڑھیں گے درستگی کو پہنچیں گے''......تو اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ربانی مشیت جس کا ظہور ہونا تھا وہ یہ تھا کہ قرآن مجید کو امتِ محمدیہ کی سہولت اور آسانی کیلئے سات حروف میں نازل کیا گیا جس پر ہر مسلمان کا ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ یہ منزل من اللہ ہیں ان حروف کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ لسانیات میں اختلاف لہجات ایک معروف چیز ہے اسی طرح

عرب کے مختلف قبائل اور مختلف علاقوں کی زبان میں بھی خاصا اختلاف پایا جاتا ہے یعنی عربی زبان کے بھی مختلف dialects ہیں لیکن اس اختلاف کی نوعیت ایسی نہیں ہے کہ اس سے زبان کے اندر کوئی بنیادی تغیر رونما ہو جاتا ہو مقامی تلفظ، لہجات، محاورات اور زبان کے بعض دوسرے اسالیب کے اختلاف کے باوجود زبان کا بنیادی سانچہ ایک ہی رہتا ہے جیسا کہ زبان کے مقامی رنگ اور اختلافات کا مشاہدہ ہم آج بھی کر سکتے ہیں مثلاً آپ پنجاب کے مختلف شہروں کے حصوں میں جائیں تو آپ کو یہ چیز واضح ملے گی کہ ہر ضلع بلکہ بعض اوقات ایک ہی ضلع کے مختلف حصوں کی زبان مختلف ہوگی۔ یہی حال اردو زبان کا ہے کہ پشاور سے لے کر مدراس تک چلے جائیں اردو بولنے والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کیلئے مختلف لہجے مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں دہلی والوں میں ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کیلئے مختلف لہجے مختلف تلفظ اور مختلف محاورے ملتے ہیں دہلی والوں اور لکھنؤ والوں کی زبان اسی طرح حیدر آباد (دکن) اور پنجاب والوں کی اردو ہے لیکن ایک ہی مضمون کو ادا کرنے کیلئے مختلف اسالیب اختیار کیے جاتے ہیں یہی چیز نزول قرآن کے وقت عرب میں بھی تھی اور آج بھی پائی جاتی ہے عرب میں آپ یمن سے لے کر شام تک چلے جائیں آپ کو لہجے اور تلفظ بدلتے ہوئے ملیں گے ایک ہی مضمون کو عرب کے ایک حصے میں کسی اور طرح ادا کرتے ہیں اور دوسرے حصے میں کسی اور طرح۔ لیکن اس اختلاف کے باوجود معنی میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

دوسری چیز جو ان کے نزول کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ رسالتمآب ﷺ کو عرب وعجم سرخ وسفید وسیاہ تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور قرآن عرب کی لغت میں نازل ہوا تھا اور عرب کی لغات بھی جدا جدا تھیں زبانیں متفرق تھیں ایک لغت والے کو دوسروں کی لغت میں پڑھنا دشوار تھا بلکہ بعض تو پڑھ ہی نہیں سکتے تھے بلکہ سمجھ بھی نہیں سکتے تھے جیسا

کہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ایک وفد آیا تھا اور وہ لوگ آکر جب آپ ﷺ سے گفتگو کر رہے تھے تو صحابہ کہتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ تو اسی طرح دوسری قوم کے انداز قرأت میں پڑھنا تعلیم وتدبر سے بھی ممکن نہیں تھا خصوصاً بوڑھوں، عورتوں، ان پڑھ لوگوں کو تو اور بھی دشواری تھی جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشاد سے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو پس اگر ہر حالت میں یہ حکم ہوتا کہ ایک ہی حرف پر قرآن مجید پڑھنا ہے تو یہ چیز ان کی طاقت سے باہر ہوتی یا سخت مشقت درپیش ہوتی اور طبیعتیں قرآن کی تلاوت سے مشکل محسوس کرتیں یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو اہل عرب تھے چہ جائیکہ کہ جو عجم ہوں ان کے لئے تو تکلیف مالا یطاق واضح ہے اور اسلام کا میزہ آسانی ہے اور یہ ممکن نہیں تھا کہ ایک ایسا حکم آجاتا کہ جس کی طاقت ہی نہ ہوتی پس اللہ تعالیٰ نے جس طرح امت کو دین میں آسانی دی تھی اسی طرح اپنے لطف وکرم وانعام سے قرآن مجید کو پڑھنے میں بھی وسعت کردی تاکہ آسانی ہو جائے اور اُمت سے رَحمت کا معاملہ ہو جائے۔ چنانچہ مذکورہ تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ تھا امت پر رحمت کرنے کا اور اس کو پورا بھی کیا اور ہم پر واجب ہے کہ ہمارا ایمان ویقین محکم ہو کہ قرآن مجید سات حروف میں نازل ہوا ہے۔ قرآن مجید کے اس وصف کے نزول کی توجیہ نبی کریم ﷺ نے خود بیان فرمائی ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ (أقرأني جبريل على حرف فراجعته فلم أزل استزيده ويزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف) [البخاری ۳۲۱۹، ۴۹۹۱ ومسلم ۱۸۹۹، ۱۹۰۰ وأحمد ۱/۲۶۳، ۲۶۴، ۲۹۹، ۳۱۳، صحيح الجامع ۱۱۶۲ وتحفة الأخيار ۵۸۰۰] ”جبریل علیہ السلام نے (پہلے) مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھایا پھر میں نے

بار بار ان سے اصرار کیا میں ان سے زیادتی طلب کرتا گیا اور وہ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) زیادہ کرتے رہے یہاں تک کہ سات حروف تک پہنچ گئے“...... اس حدیث سے بھی یہ بات سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اس وصف کو خود طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے سات حروف کو نازل کیا۔ ایک تیسری حدیث میں عبادہ بن صامت وابوبکرہ وابی بن کعب رِضوانُ اللہِ علیہم بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (أتاني جبريل وميكائيل فقعد جبريل عن يميني وميكائيل عن يساري فقال جبريل يا محمد اقرأ القرآن على حرف فقال ميكائيل استزده فقلت زدني فقال اقرأه على ثلاثة أحرف فقال ميكائيل استزده فقلت زدني كذلك حتىٰ بلغ سبعة أحرف فقال اقرأه على سبعة أحرف كلها شاف كاف) [صحيح الجامع ٧٨ والصحيحة ٨٤٣ والنسائى ٩٤٠ وتحفة الأشراف ٨] ”میرے پاس جبریل ومیکائیل علیہما السلام آئے۔ جبریل علیہ السلام میری دائیں جانب بیٹھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد ﷺ! قرآن کو ایک حرف پر پڑھئے تو میکائیل علیہ السلام نے کہا اس سے زیادتی طلب کیجئے۔ تو میں نے کہا اور زیادتی کریں تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ قرآن مجید کو تین حرفوں پر پڑھئے تو میکائیل نے پھر کہا کہ زیادتی طلب کیجئے تو میں نے کہا اور زیادہ کیجئے اسی طرح کرتے گئے حتیٰ کہ سات حروف تک جبریل علیہ السلام پہنچ گئے اور فرمانے لگے کہ قرآن مجید کو سات حروف پر پڑھئے سارے حروف ہی شافی وکافی ہیں“...... ابوبکرہ کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد میں نے میکائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ خاموش ہوگئے ہیں میں نے اس سے سمجھا کہ اب شمار ختم ہوگیا ہے (اس پر زیادتی نہیں ہوگی) میکائیل کو خاموش ہونا پھر آپ کا درخواست نہ کرنا اور دل کا مطمئن ہوجانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ

سات کا عدد کافی وشافی ہے اس پر زیادتی کی ضرورت نہیں اور بلاشبہ نبی کریم ﷺ کا اطمینان قلب بھی قدرتی حکمت کے تابع ہے گویا اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا بھی یہی تھی کہ سات حروف میں قرآن مجید کو نازل کریں اسی لئے اپنے حبیب مصطفےٰ کے دل کو سکون دے دیا پھر انہوں نے زیادتی کا سوال نہیں کیا۔

اے میرے مسلمان بھائی! سابقہ تقریر سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا جو کہ سات حروف میں ہے جن کو آج کل قراءات کا نام دیتے ہیں۔ یہ تھی ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کے بارے میں انتہائی اختصار سے گفتگو۔ آیئے ذرا دوسری جزی کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔

☆ دوسری جزی جو مذکورہ آیت کی ہے وہ ہے ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ''قرآن مجید کی حفاظت بھی ہم ہی کرنے والے ہیں'' ...... پہلی جزی میں ہم نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف میں نازل ہوا اب اس جزی میں دیکھتے ہیں کہ اس کی حفاظت کن طریقوں سے کی گئی۔

قرآن مجید کے سات حروف پر نازل ہونے کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو یہ لہجات وقراءات سکھلانی شروع کر دیں جن کو حدیث میں حروف سے تعبیر کیا گیا ہے اور چونکہ سارے کے سارے حروف قرآن اور منزل من اللہ تھے تو صحابہ نے اس کو معمول زندگی بنالیا اور نماز وخارج نماز میں جو نبی کریم علیہ السلام سے سیکھا اس کو پڑھنا شروع کیا اس کو دہرانا اور متقن کرنا شروع کیا حتیٰ کہ بعض دفعہ چونکہ ابتدائی طور پر تمام صحابہ نے سارے حروف نہیں سیکھے تھے کسی نے کوئی سیکھ لیا اور کسی نے کوئی سیکھ لی تو پھر اجنبیت بھی محسوس ہوئی لیکن آخر یہ اختلاف نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بڑے ہی اچھے انداز میں حل ہوئے حل ہی نہیں بلکہ اس امر اور رحمت کی توضیحات ہوئیں جس کی

بناء پر صحابہ کرام نے اس کو پڑھنا شروع کیا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراءته فإذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقرأنيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره في الصلوٰة فتصبرت حتى سلم فلببته بردائه فقلت من أقرأك هذه السورة التي سمعتك تقرأ قال أقرأنيها رسول الله ﷺ فقلت له كذبت فإن رسول الله ﷺ قد أقرأنيها على غير ما قرأت فانطلقت به أقوده إلى رسول الله ﷺ فقلت: إني سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على حروف كثيرة لم تقرأنيها فقال أرسله، اقرأ يا هشام فقرأ القراءة التي سمعته فقال رسول الله ﷺ كذلك أنزلت، ثم قال: اقرأ يا عمر فقرأت القراءة التي أقرأني فقال كذلك أنزلت، إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤوا ما تيسر منه) [البخاری ۲۴۱۹، ۴۹۹۲، ۵۰۴۱، ۷۵۵۰ ومسلم ۱۸۹۶، ۱۸۹۷، وأبو داؤد ۱۴۷۲ والترمذی ۲۹۴۳ والنسائی ۹۳۵ . ۹۳۷ وصحیح الجامع ۲۲۴۹ وتحفة الأشراف ۱۰۵۹۱ . ۱۰۶۴۲ وتحفة الأخيار ۵۷۸۸] ” میں نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفرقان پڑھتے سنا جب میں نے توجہ کی تو وہ مختلف حروف میں (لہجات وقراءات) میں پڑھ رہے تھے جو حروف (قراءات ولہجات) رسول کریم ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز کی حالت میں ہی اسے دبوچ لیتا (پل پڑتا) پس میں نے صبر کیا حتیٰ کہ اس نے سلام پھیر لیا پھر میں نے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور کہا کہ تجھے یہ کس نے سورۃ پڑھائی ہے جو ابھی میں نے سنی ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یوں پڑھایا ہے تو میں نے کہا کہ تو نے غلط کہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے

یوں نہیں پڑھایا جیسا کہ تم نے ابھی پڑھا ہے پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول کریم ﷺ کے پاس لے گیا میں نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! میں نے ان کو سورۃ فرقان اس سے مختلف طریقے سے پڑھتے سنا ہے جس پر کہ آپ نے مجھ کو پڑھایا تھا آپ ﷺ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو، پھر ہشام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم پڑھو چنانچہ انہوں نے سورۃ فرقان اسی طرح پڑھی جس طرح کہ میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں ہی نازل ہوا ہے، پھر فرمایا اے عمر! تم پڑھو چنانچہ میں نے اس طریقے کے مطابق پڑھا جیسا کہ آپ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں ہی نازل ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لئے اس قرآن (کے سات حروف میں سے) سے جو میسر آئے اسے پڑھو“ ...... تو اس حدیث سے ایک تو یہ پتہ چلا کہ حیاتِ نبوی ﷺ میں ان حروف (قراءات) کو نماز میں بھی پڑھا جاتا تھا اور ہر شخص اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سکھانے کے مطابق ہی پڑھتا تھا۔ دوسرا یہ پتہ چلا کہ حروف کو قراءات کہنا درست ہے اسی لئے علم قراءات معرض وجود آیا کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فرمایا کہ (يقرأ على حروف كثيرة) ”وہ بہت سارے حروف میں پڑھ رہا تھا“ ...... پھر اس کی تعبیر قراءت سے کی اور فرمایا (فقرأ القراءة التى) ”پھر ہشام بن حکیم نے وہ قراءت پڑھی جو میں نے سنی تھی“ ...... حالانکہ حروف سنے تھے قراءت نہیں تو معلوم ہوا کہ قراءات متواترہ ہیں اور (أنزل القرآن على سبعة أحرف) حدیث ۲۱ صحابہ نے نقل کی ہے اور یہ حدیث جہاں متواتر ہے [نظر المتناثر فی الحدیث المتواتر للقحطانی ۱۱۱] وہاں یہ مسلمات سے ہے۔ یہاں یہ اشکال دور کرنا بھی ضروری ہے کہ ان حروف سے مراد وہ قراءات سبعہ وعشرہ مقصود نہیں جو آج کل رائج ہیں جن کو باقاعدہ نام دیا گیا ہے کہ نافع کی قراءت، ابن کثیر کی قراءت، اس لئے کہ یہ قراء اور

جہابذہ تو پیدا ہی بعد میں ہوئے تو جب علم قراءت وجود میں آیا تو وہ قراءات جو اصل میں حروف ہیں جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پڑھی جاتی تھیں ان کی نسبت ان قراء کی طرف لزوم اور ان کے اختیار (انہوں نے ان کو اختیار کیا کسی نے کوئی پڑھائی شروع کی کسی نے کوئی) کیوجہ سے کی گئی اور یہ اختیار بھی انہوں نے صحابہ کے فعل سے (جو کہ نبوی اقرار وتعلیم کے تابع تھا) اخذ کیا جیسا کہ ابھی عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا واقعہ گزرا کہ عمر رضی اللہ عنہ جو پڑھتے تھے وہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنی اور جو ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ نے پڑھا وہ عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اس وقت تک نہیں پڑھایا تھا ہشام رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار کیا جو ان کو سکھایا گیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اختیار کیا جو ان کو پڑھایا گیا۔ اسی طرح کا واقعہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (كنت في المسجد فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوى قراءة صاحبه فلما قضينا الصلٰوة دخلنا جميعا على رسول الله ﷺ فقلت إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه ودخل آخر فقرأ سوى قراءة صاحبه فأمرهما رسول الله ﷺ فقرأ فحسن النبي ﷺ شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولا إذ كانت في الجاهلية فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني ضرب في صدري ففضت عرقا وكأنما أنظر إلى الله تعالىٰ فرقا فقال لي يا أبي أرسل إلي أن أقرأ القرآن على حرف فرددت إليه أن هون على أمتي فرد إلي الثانية أن أقرأه على حرفين فرددت إليه أن هون على أمتي فرد إلي الثالثة أقرأه على سبعة أحرف فلك بكل ردة رددتكها مسألة تسألنيها فقلت: اللهم اغفر لأمتي اللهم اغفر لأمتي وأخرت الثالثة ليوم يرغب إلي الخلق كلهم حتى إبراهيم عليه السلام) [مسلم ۱۹۰۳،

۱۹۰۴، والنسائی ۹۳۸، والترمذی ۲۹۴۵] ''میں ایک دن مسجد میں تھا اتنے میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھنے لگا اس نے نماز میں ایسی قراءت کی کہ میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے پہلے شخص سے بھی مختلف قراءت کی جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اس شخص نے قرآن مجید اس طرح پڑھا ہے کہ میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے اور پھر دوسرا (مسجد) میں داخل ہوا اور اس نے اس سے بھی مختلف طریقے سے پڑھا ہے تو آپ ﷺ ان دونوں کو (اپنے اپنے طریقے سے قرآن) پڑھ کر سنانے کا حکم دیا تو ان دونوں نے قراءت کی۔ ان دونوں کی قراءت سن کر رسالتمآب ﷺ نے انہیں درست قرار دیا اس پر میرے دل میں وسوسہ نے جنم لیا، زمانہ جاہلیت میں بھی اس قدر شدید وسوسہ کی کیفیت پیدا نہ ہوئی تھی۔ جب رسالتمآب ﷺ نے میری یہ کیفیت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مارتے ہی میں پانی پانی ہو گیا اور میرے پسینے چھوٹ گئے اور مجھے ڈر کے مارے یوں محسوس ہوا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر کونین کے تاجدار نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابی! جب قرآن مجید میری طرف بھیجا گیا تو مجھے حکم دیا گیا کہ میں قرآن مجید کو ایک حرف پر پڑھاؤں میں نے جواب میں یہ استدعاء کی کہ میری امت کے ساتھ نرمی کی جائے پھر دوسری مرتبہ مجھے دو حرفوں پر پڑھانے کا کہا گیا میں نے جواب دیا کہ میری امت کے ساتھ نرمی برتی جائے تیسری مرتبہ حکم ہوا کہ سات حرفوں پر پڑھاؤ۔ مزید یہ اشارہ بھی ہوا کہ جتنی مرتبہ تم نے گزارش کی ہے اور تمہیں اس کا جواب دیا گیا ہے اس پر تمہیں اتنی ہی دعائیں مانگنے کی اجازت دی جاتی ہے (اور وہ قبول ہونگی) اس پر میں نے عرض کیا اے میرے رب! میری امت کو معاف کردے،

اے میرے رب! میری اُمت کو معاف کردے اور تیسری دعا میں نے اس دن کیلئے موخر کردی جبکہ ساری مخلوق میری طرف رجوع کرے گی (کہ میں اللہ کے ہاں ان کی سفارش کروں) یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی رجوع فرمائیں گے"۔

اسی طرح کا واقعہ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا جیسا کہ طبرانی کی روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مختلف قراءت پڑھتے سنا تو دونوں جھگڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آدمی کہنے لگا اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے مجھے یہ نہیں پڑھائی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا تو عمر رضی اللہ عنہ کے دل کوئی بات آئی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے چہرے سے پہچان گئے اور ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اے اللہ عمر سے شیطان کو دور کردے اور بعد میں فرمایا کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے ہر حرف شافی وکافی ہے"۔

اسی طرح کا واقعہ عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ (أنه سمع رجلا يقرأ آية سمع النبي ﷺ قرأ خلافها فأخذت بيدي فانطلقت به إلى النبي ﷺ فقال كلا كما محسن فاقرآ فإن من كان قبلكم اختلفوا فأهلكهم) [البخاری ۵۰۶۲] "انہوں نے ایک آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتے سنا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف پڑھا تھا پس میں نے (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) اس کا ہاتھ پکڑا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں ہی صحیح ہو پس پڑھتے رہو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا"...... اس واقعہ کی معمولی سی تفصیل ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حم سے شروع ہونے والی کوئی سورت پڑھائی جب میں مسجد گیا تو میں نے ایک شخص کو وہ

سورت پڑھنے کو کہا وہ سورت کو اس انداز میں پڑھنے لگا کہ جس طرح میں نے نہیں پڑھا تھا اور کہنے لگا کہ مجھے یوں ہی رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا تھا چنانچہ ہم آپ ﷺ کے پاس چلے گئے اور اس معاملہ کی خبر دی تو آپ ﷺ کا چہرہ غصے کی وجہ سے متغیر ہو گیا اور فرمانے لگے تم سے قبل لوگ اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے پھر علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ رسالتماب حکم فرما رہے ہیں کہ تم میں ہر کوئی اسی طرح پڑھے جس طرح وہ سکھایا گیا ہے پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چلے گئے اور ہم میں سے ہر ایک ان حروف کی قرات کرتا تھا جن کی اس کا ساتھی نہیں کرتا تھا''......

تو ان مذکورہ واقعات سے یہ مترشح ہوا کہ حروف سے مراد قراءات ہیں جو کہ نبوی دور میں پڑھی جاتی تھیں (جن کو حدیث میں کبھی حروف کبھی قرات سے تعبیر کیا گیا ہے) اور قراء عشرہ نے (دس قاریوں نے) انہیں قراءات پر ملازمت کی تو ان کی طرف نسبت ہوگئی وگرنہ یہ خود انہوں نے گھڑی نہیں بلکہ صحابہ وتابعین سے حاصل کیں جیسا کہ امام عاصم بن بہدلہ یہ قرات عشرہ (دس قراءتوں) کے پانچویں قاری ہیں ان کے دو معروف شاگرد امام حفص اور امام شعبہ ہیں۔ امام حفص کو (جن کی روایت پاک و ہند میں پڑھی جاتی ہے) ان کے استاد امام عاصم نے وہ روایت پڑھائی جو کہ انہوں نے ابو عبدالرحمٰن السلمی سے پڑھی جو انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے انہوں نے جبریل سے انہوں نے اللہ جل شانہ سے۔ اور دوسرے شاگرد امام شعبہ ان کے استاد بھی امام عاصم نے وہ روایت پڑھائی جو انہوں نے زر بن حبیش سے پڑھی اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے انہوں نے رسالتماب ﷺ سے انہوں نے جبریل علیہ السلام سے اور جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے۔

تو چونکہ حدیث کے لفظ ہیں کہ (فليقرأ كما علم) [مجمع الزوائد ۷/ ۱۵۱

والطبری ۴۹، ۵۰] ”جیسا کہ اسے سکھایا گیا (ہر کوئی) اسی طرح پڑھے اور پڑھائے“...... اسی لئے ہر صحابی نے جو پڑھا اسی طرح سکھایا اسی طرح تابعین اور قراء نے حتیٰ کہ ان قراءات کی نسبت ان کی طرف ہوگئی اور یہ نسبت اسی طرح ہے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی ہے حالانکہ بخاری نے اس کو اپنے پاس سے نہیں گھڑا بلکہ صحیح و متصل و مرفوع سند سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے نقل کیا ہے تو جس طرح حدیث کی نسبت امام بخاری (کے اتقان اور ثقاہت وملازمت حدیث وزہد وتقویٰ کی بنیاد پر) کی طرف کی گئی اسی طرح قراءت کی نسبت ان قراء کی طرف اتقان وثقاہت وزہد وتقویٰ وملازمت کی وجہ سے کی گئی۔

الغرض جو قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات حروف کی شکل میں نازل ہوا جیسا کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کی جزی میں بحث ہوئی وہ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے چیلنج کے سات آج تک ہمارے پاس دس قراءتوں کی شکل میں محفوظ ومصون ہے صحابہ کرام رِضوانُ اللہ علیہم اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی زندگی میں یہ سات حروف پڑھتے پڑھاتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے پھر خلافت کی بھاگ ڈور خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی تو انہوں نے اپنے دور میں قرآن مجید کو اسی طرح جمع کروایا جس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے منہ سے انہوں نے حاصل کیا۔ اس کام کے چیف ڈائریکٹر زید بن ثابت تھے جن کی دس سال کی طویل صحبت نبی ﷺ کے ساتھ رہی اور وہ عرضہ اخیرہ (آخری دور) میں شامل تھے چنانچہ انہوں نے باقی تمام مقررہ صحابہ کے ساتھ مل کر اس قرآن مجید کو (جو کہ پہلے سینوں میں تھا اور چیدہ چیدہ لکھا ہوا تھا) تحریری شکل دی جو کہ ساتوں حروف پر مشتمل تھی اور عرضہ اخیرہ (آخری دور) کی انتہاء تک باقی تھے اور منسوخ نہیں ہوئے تھے

[البخاری ۴۹۸۶ مع الفتح ومناهل العرفان ۲۰۸/۱ ودلیل الحیران ۱۲ ورسم المصحف ۱۲] ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ نسخہ تحریری شکل میں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا پھر ان کی وفات کے بعد یہ تحریری شکل حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوئی آخر خلیفہ الراشد عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۲۵ ہجری کو خلافت کے دوسرے یا تیسرے سال آرمینا کے ساتھ جنگ کرنے کیلئے فوج گئی اور اس فوج کے چیف کمانڈر حذیفہ بن الیمان تھے انہوں نے واپسی پر خلیفہ المسلمین کو لوگوں کے قراءت کے معاملہ میں اختلاف سے باور کیا تو پھر (أرسل عثمان إلی حفصة أن أرسلی إلینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها إلیک) [البخاری ۴۹۸۷] ''عثمان رضی اللہ عنہ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ تحریری شکل (وہ صحائف) ہمیں بھیج دیں تاکہ انہیں کی نقل کروا کر ہم آپ کو واپس کر دیں'' ...... چنانچہ انہوں نے وہ صحائف بھیجے اور اس کو نقل کیا گیا جن کو بعد میں مصاحفِ عثمانیہ سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ مصاحف بھی انہیں سات حروف پر مشتمل تھے جن پر قرآن مجید نازل ہوا کیونکہ یہ اسی کی نقلیں تھیں جو حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس صحف تھے عہدِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لکھے ہوئے۔ اور جو عہدِ ابوبکر میں بالاجماع ساتوں حروف (اور عرضہ اخیرہ میں ثابت شدہ) میں لکھے گئے تھے [مناهل العرفان ۲۱۱/۱ ودلیل الحیران ۱۳ والنشر ۳۱/۱ ورسم المصحف وضبطه ۲۳] پھر عہد عثمانی کے بعد علی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو قرآن مجید اسی طرح پڑھا جاتا رہا جس طرح نازل ہوا حتیٰ کہ تابعین کا دور آیا تو انہوں نے بھی قرآن مجید کو اسی طرح پڑھا جس طرح سات حروف میں نازل ہوا تھا جیسا کہ سعید بن جبیر کے بارے میں آتا ہے کہ وہ بھی قرآن مجید کو سات حروف میں پڑھتے تھے پھر قراء عشرہ کا دور آیا اور پوری امت کا اجماع ہوا کہ یہ سات حروف (قراءاتِ عشرہ) متواتر ہیں اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش

نہیں جو شک کرتا ہے وہ معاند اور جاہل ہے۔ ملاحظہ ہو [غایة الوصول شرح لب الأصول لزكريا الأنصاری ۳۴ والدر اللوامع لابن أبي شريف ۷۸، ومفاتيح الأصول للطباطبي وبديع النظام لابن ساعاتی ۵۶ وفتح الغفار لابن النجيم ۷۸/۱، والمغنی للقاضی عبد الجبار ۱۵۹، ۱۶۰ وحصول المأمول للسيد صديق حسن بهادر ۳۵، والبرهان للزركشی ۳۲۲/۱، وأثر القراء ات فی الفقه الإسلامی ۱۳۰۔۱۳۲ وتيسير التحرير فی أصول الفقه لأمير بادشاه ۱۲/۳ ومنجد المقرئين ۱۲۹ والفقه الأكبر شرح ملا علی القاری ۱۶۷ وكتاب السبعة ۴۹۔۵۲ والإبانة للمكی ۶۰ والإعلام ۲۶۱/۱ وأبحاث فی قراء ات القرآن الكريم لعبد الفتاح القاضی ۲۵، ۲۶] اور آج تک ایک نہیں لا تعداد کتابیں لکھی گئیں جو ساری تقریر اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ اللہ جل شانہ نے ﴿ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ کہا تھا اور وہ سچا ہے اور مستشرقین اور ان کے اقوال سے متاثرین کے زعامیم واَفکار خبیث اور جھوٹے ہیں کہ سات حروف میں سے ایک باقی بچا ہے باقی حذف ہو گئے ہیں۔ قراءات متواترہ نہیں بلکہ قاریوں کی گھڑی ہوئی ہیں۔

تو قرآن مجید کے اس پہلے حق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے اور محمد ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے اترا تھا اور جس طرح سات حروف (قراءاتِ عشرہ) میں اترا تھا اسی طرح مِن وعَن محفوظ ومصون ہے اور ہم تک پہنچا ہے اس میں کسی قسم کا شک نہیں جیسا کہ علامہ اقبال نے کہا تھا

حرفِ او را ریب نے، تبدیل نے
آیہ اش شرمندہ تاویل نے

”قرآن مجید میں نہ کسی حرف میں کوئی تبدیلی یا ترمیم ہوئی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی شک والی بات ہے اور اس کی آیات درحقیقت تاویل کی محتاج نہیں ہیں وہ آیات خود اپنی جگہ پر واضح اور بینات کی حیثیت رکھتی ہیں“ ...... یہی وہ ایمان محکم تھا (جس کا تذکرہ ابھی ہوا ہے) جس کا اقرار سلف صالحین نے کیا اور پھر زبان سے صرف اقرار نہیں کیا بلکہ دل میں اس کو جگہ دی اور تصدیق کی اور پھر اس کے مطابق عمل پیہم کی مہریں ثبت کیں تو چشم فلک نے دیکھا کہ پوری کائنات پر ان کا رعب و دبدبہ جم گیا اور انہوں نے پوری کائنات کو Enthral (گرویدہ) کیا اور یہ ساری زندگی کی حلاوتیں اور لذتیں اور ثروت و حکومت اور بادشاہت و خلافت ان کو کیوں نہ ملتی کیونکہ انہوں نے اسلام کے مل جانے کے بعد اس قرآن مجید پر ایمان اس طرح قائم کیا کہ قلبی تصدیق کو کافی نہ سمجھا بلکہ اس کو پورے کے پورے کو دل میں اور سینے میں اتار لیا تو ان کے باطن جب منور ہوئے تو پھر اسی قرآن مجید کی روشنی کے ذریعے انہوں نے پوری کائنات کو منور و روشن کیا بقول شاعر

کیوں نہ ممتاز ہوتا اسلام دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں

لیکن آج ہم اس ایمان سے خالی ہیں کوئی کلام اللہ کے حقیقی ہونے کا اقرار کرتا ہے کوئی اس کو محمد ﷺ کا جادو و طلسم اور سابقہ کتب کا خلاصہ تصور کرتا ہے اور کوئی فرمان باری تعالی ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے چیلنج کو قبول کر کے کہتا ہے کہ قرآن مجید نازل تو ہوا تھا سات حروف میں اب ایک باقی رہ گیا ہے۔ الغرض جتنے منہ اتنی باتیں یہی وجہ ہے کہ جب ایمان ایسا ہو تو پھر اس کے ثمرات کیسے مل سکتے ہیں؟ کیونکہ پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی ہے

خشت اول چو نہد معمار کج
تا ثریا می رود از دیوار کج

''جس دیوار کی پہلی اینٹ معمار ٹیڑھی لگادے وہ آسمان تک (ثریا تک) بھی چلی جائے وہ ٹیڑھی ہی ہوتی ہے'' ......تو جب اس ایمان کو ٹیڑھا کیا تو اس کے نتائج بھی برے دیکھے کیونکہ ٹیڑھے کا نتیجہ بھی ٹیڑھا ہی ہوتا ہے۔ بقول شاعر

کچھ لوگ بچھا کر کانٹے پھولوں کی توقع رکھتے ہیں
دے کر شعلوں کو ہوائیں ساون کی توقع رکھتے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو پکا فرمائے اور قرآن مجید کے اس پہلے حق کو حق سمجھ کر حرز جان بنانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

(دوسرا حق)

قرآن مجید کو پڑھا جائے

مسلمان ہونے کے ناطے سے ہم پر جو دوسرا حق عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو پڑھیں اور اسے بار بار اور اس طرح پڑھا جائے کہ جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے چنانچہ خود باری تعالیٰ حکم فرماتے ہیں ﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾ [الکہف ۲۷] ''تیری جانب (اے محمد ﷺ!) جو تیرے رب کی کتاب (قرآن مجید) وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا''...... اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ ﴿اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ﴾ [العنکبوت ۴۵] ''جو کتاب (قرآن مجید) آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھئے اور نماز قائم کریں''...... تو ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی تلاوت مسلسل کرنا ضروری ہے اور یہ مومن کی روح کی غذا ہے اور اس کے ایمان کو تروتازہ اور سرسبز وشاداب رکھنے اور مشکلات وموانع کے مقابلے کیلئے سب سے موثر ہتھیار اور اہم ترین ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کو ایک بار پڑھ کر کافی سمجھنا مذکورہ آیات اس کا رد کرتی ہیں کیونکہ اگر یہ ایک بار ہی پڑھنے کی چیز ہوتی تو کم از کم نبی کریم ﷺ کو تو اس کے بار بار پڑھنے کی حاجت نہ تھی لیکن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بار بار پڑھنے کی تاکید ہوئی ہے حتیٰ کہ ابتدائی ایام میں تو انتہائی تاکیدی حکم تھا کہ رات کا اکثر حصہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو کر قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے ہوئے بسر کرو اور خصوصاً جب مشکلات ومصائب کا زور ہوتا تھا اور صبر واستقامت کی خصوصی ضرورت ہوتی تھی تو رسول کریم ﷺ کو تلاوت قرآن

مجید کا حکم دیا جاتا تو آپ ﷺ تلاوت فرماتے اور تمام مصائب دور ہو جاتے تر وتازگی اور خوشیاں لہلہانے لگتیں اور مصائب کا قلع قمع ہو جاتا چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور شادابیوں سے اور فرحتوں سے ہمکنار ہوتے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان قدردانوں کی کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ [البقرة ۱۲۱]

''وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب (قرآن مجید) عطا کی ہے وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہیں کہ جس طرح کرنے کا حق ہے یہی لوگ اس کے ساتھ (قرآن مجید کے ساتھ) ایمان رکھتے ہیں''...... مذکورہ تینوں آیات میں لفظ تلاوت استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی پیچھے چلنے اور پڑھنے کے آتے ہیں جو کہ تلا یتلو تلاوۃ وتلوّا سے ہے اور تلاہ بھی اسی سے ہے جس کا معنی تابعداری کرنا اور موافقت کرنا ہے چنانچہ احترام وتعظیم کے ساتھ قرآن مجید کو ایک مقدس آسمانی کتاب سمجھتے ہوئے انابت وخشوع وخضوع کے ساتھ حصول برکت ونصیحت کی غرض سے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر کے پڑھنے کو تلاوت کہتے ہیں اور یہی چیز نبی ﷺ سے مذکورہ آیتوں میں مقصود تھی جس کو انہوں نے پورا فرمایا اور پھر آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی پورا کیا جس کو اللہ تعالیٰ نے (حق تلاوته) ''جس طرح حق ہے''...... سے تعبیر کیا اگرچہ قرآن مجید کو پڑھنے کیلئے قراءت کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے اور وہ لفظ عمومی ہے ہر چیز کے پڑھنے پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کا مسلمان ہونے کے ناطے سے ہر ایک پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی تلاوت اس طرح کرے جس طرح کرنے کا حق ہے تو اس حق کے حصول کو مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظ رکھنے سے ممکن بنایا جا سکتا ہے:

ا۔ قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھا جائے

قرآن مجید کی تلاوت کا حق ادا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور ترتیل باب تفعیل سے مصدر ہے چنانچہ رتل فلان کلامه کا مطلب لغت عرب میں یہ لیا جاتا ہے کہ فلاں نے کلام کو ٹھہر ٹھہر کر اچھی طرح سمجھ کر بغیر تیزی کے کیا اور ترتیب کے ساتھ کیا اور خوش اسلوبی سے کیا اسی لئے خوبصورت ہموار دانتوں کو عربی میں ثغر رتل کہتے ہیں۔ الغرض ترتیل کا لغوی معنی یہ نکلا کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر خوش اسلوبی وخوش الحانی وحسن ادائیگی وترتیب کے ساتھ پڑھنا۔

اور اصطلاح میں ترتیل کہتے ہیں (قراءة القرآن الكريم بتمهل واطمئنان مع تدبر المعاني ومراعاة كيفية تلاوة كتاب الله المنزلة منه) ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتاب قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اطمینان اور معانی کے تدبر اور اس کیفیت کا لحاظ کرتے ہوئے پڑھنا جس طرح اللہ تعالیٰ نے پڑھا اور نبی کریم ﷺ کو حکم دیا [فتح القدير ۵/۳۱۹، وابن كثير ۴/۵۵۹ والمعجم الوسيط ۱، ۲/۲۲۷، والمنجد ۲۶۸ وعمدة العرفان ۲۵] تو معلوم یہ ہوا کہ ترتیل کہتے ہیں کہ قرآن مجید کو اس کیفیت کے ساتھ پڑھنا جس طرح اللہ جل شانہ نے پڑھ کر فرشتے جبریل کو سنایا اور پھر اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا۔ تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا ﴾ [الفرقان ۳۲] ''اور ہم نے اسے (قرآن مجید کو) ٹھہر ٹھہر کر ہی (ترتیل کے ساتھ) پڑھ کر سنایا ہے'' ...... اور اسی طرح اُترا ہے چنانچہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (إن الله تبارك وتعالىٰ قرأ طه ويس قبل أن يخلق السموات والأض بألف عام فلما سمعت الملائكة القرآن قالت طوبى لأمة ينزل هذا عليها وطوبى لأجواف تحمل هذا وطوبى لألسنة تتكلم بهذا)

[الدارمی ۳۴۱۵] ''اللہ جل شانہ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے ایک ہزار سال پہلے سورہ طٰہٰ ویس تلاوت کی جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے سعادت ہے (رشک، خیر، بہتری، عمدگی) اس امت کیلئے جس پر یہ نازل ہوگا اور سعادت مند ہیں وہ پیٹ (سینے) جو اسکو اُٹھائیں گے (یاد کریں گے) اور سعادتمند ہیں وہ زبانیں جو اسکو پڑھیں گی'' ......تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ترتیل کیساتھ پڑھ کر سنایا اور نازل بھی ترتیل کے ساتھ کیا اور حکم دیا اپنے نبی ﷺ کو کہ وہ بھی اسی ترتیل کے ساتھ اس کو پڑھیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل ۴] ''اور قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (ترتیل کے ساتھ) پڑھا کرو'' ......اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے [ابن کثیر ۵۵۹/۴] اور بلا شبہ نبی کریم ﷺ کا ترتیل کے ساتھ پڑھنا فرمان ربانی کی پیروی تھی۔ اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے میں ایک مماثلت پیدا ہوجاتی ہے جو کہ طریق نزول کی ہے کہ قرآن مجید چونکہ ٹھہر ٹھہر کر نازل ہوا یکبارگی نازل نہیں ہوا اور اسی طرح یہ تثبیت قلبی کا موثر ذریعہ بھی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ترتیل سے پڑھنے سے قلب انسانی کو زیادہ سے زیادہ فیض وفائدہ حاصل ہوتا ہے حتیٰ کہ شدت تاثر سے قلب میں گریہ طاری ہوجاتا ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ترتیل سے پڑھتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا (لأن أقرأ سورة أرتلها أحب إلي من أن أقرأ القرآن كله) [التبيان في حملة القرآن ۷۰ وشبهه في فتح الباری ۱۱۲/۹] ''میں ایک سورت کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں کہ اسکے بدلے پورے قرآن کو بغیر ترتیل کے پڑھوں'' ......اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے [فتح الباری ۱۱۵/۹] اور فرماتے ہیں (ابن

مسعود رضی اللہ عنہ)(لا تنثروه نثر الرمل ولا تهذوه هذ الشعر قفوا عند عجائبه وحركوا به القلوب ولا يكن هم أحدكم آخر السورة) [ابن کثیر ۵۵۹/۴] ’’قرآن مجید کو ریت کی طرح مت بکھیرو اور نہ ہی (اور ایک روایت میں لفظ ہیں لا تنثروه نثر الدقل کہ کھجور کی گٹھلی کی طرح نہ پھینکو یعنی چبا چبا کر نہ پڑھو) بالوں کی طرح جلدی کاٹو (بعض نے یہ بھی معنی کیا ہے جو کہ صحیح ہے کہ نہ ہی اشعار کی طرح اس کو پڑھو)‘‘ ...... یعنی اتنا تیز نہ پڑھو کہ معانی کا خیال ہی نہ رہے اور نہ ہی اتنا آہستہ کہ حروف کی ساخت ہی بدل جائے اور وہ شعر لگیں یا جس طرح کھجور کھا کر گٹھلی پھینکنے میں دیر لگتی ہے اس طرح پڑھو بلکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے اس طرح پڑھو جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (كان يقطع قراءته آية آية الحمد لله رب العالمين ثم يقف الرحمن الرحيم ثم يقف) [صحيح الجامع ۵۰۰۰ والترمذی ۲۹۲۷ والإرواء ۳۴۳] ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قراءت کو ایک ایک آیت کر کے پڑھتے تھے الحمدللہ رب العلمین پڑھتے اور ٹھہر جاتے پھر الرحمٰن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے‘‘...... اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کی صفت بیان کی تو فرمایا کہ حرفاً حرفاً ہر ہر حرف الگ ہوتا بڑی ہی تنسیق وترتیب (جس کو ترتیل کہا جاتا ہے) کے ساتھ پڑھتے [النسائی ۱۰۲۱، ۱۶۲۸، والترمذی ۲۹۲۷ والتحفة ۱۸۲۲۶ وأبو داؤد ۱۴۶۳] قیامت کے دن اسی ترتیل کے بارے میں اللہ جل شانہ فرمائیں گے اے قاری قرآن جنت کی سیڑھیاں چڑھتا جا اور پڑھتا جا (ورتل كما كنت ترتل في الدنيا)[صحيح الجامع ۸۱۲۱ والترمذی ۲۹۱۴ وأحمد ۱۹۲/۲ وأبو داؤد ۱۴۷۱] ’’اور ترتیل کے ساتھ پڑھو جس طرح تو دنیا میں ترتیل کرتا تھا‘‘...... چنانچہ اسی ترتیل کی تفسیر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یوں کی کہ (الترتيل هو تجويد الحروف

ومعرفة الوقوف) [النشر ۱/ ۲۰۹ وشرح طيبة النشر ۳۵ ولطائف الإشارات ۱/ ۲۲۰ وشرح الجزرية لابن يالوشة ص ۱۹۔۲۰ ونهاية قول المفيد ص ۷ ومنار الهدیٰ في الوقف والابتداء ص ۵ وشرح الجزرية لملا علی ص ۲۰ وعمدة البيان ۲۱] ''ترتیل کا معنی ہے حروف کی تجوید (حروف کو شناخت کے ساتھ ان کے مخارج وصفات کے ساتھ ادا کرنا) اور وقوف کی معرفت حاصل کرنا'' ...... اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی (جو کہ خود ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے) لوگوں کو یہی حکم دیا (جـــــــودوا القرآن زينوه بأحسن الأصوات) [النشر ۱/ ۲۱۰ والوجيز للقرطبي ۸۸] ''قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو اور اس کو اچھی آوازوں کے ساتھ مزین کرو'' ...... گویا کہ یہ ان کا قول ترتیل کی تفسیر ہی ہے اور پھر فعلاً اس کو اپنے شاگردوں کو بھی پڑھایا جیسا کہ موسیٰ بن یزید الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (كان ابن مسعود رضی اللہ عنہ يقرئ رجلا فقرأ الرجل ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ﴾ مرسلة فقال ابن مسعود ما هكذا أقرأنيها النبي ﷺ فقال كيف أقرأكها؟ قال أقرأنيها ﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ﴾ فمدها) [الدر المنثور ۳/ ۲۵۰ والنشر ۱/ ۳۱۵] ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو پڑھایا کرتے تھے تو ایک آدمی نے پڑھا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ﴾ اور بغیر مد کے (للفقراء) کو پڑھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسطرح نبی کریم ﷺ نے نہیں پڑھایا تھا تو اس آدمی نے عرض کیا کہ پھر کیسے پڑھایا تھا؟ تو فرمانے لگے ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ ﴾ (کو پڑھ کر سنایا) اور (للفقراء) میں مد کی'' [اس روایت کو طبرانی نے معجم الاوسط اور کبیر میں اور ابن مردویہ نے اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور محدث الالبانی نے صحیح قرار دیا ہے] تو انہیں دلائل و براہین کو سامنے رکھ کر (نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں جو

قرآن مجید ترتیل سے پڑھا جاتا تھا) علماء نے ایک علم کی بنیاد رکھی جسکا نام علم تجوید رکھا جو کہ مذکورہ بالا قول علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مستنبط کیا گیا کیونکہ صحابی کی تفسیر حجت ہے، حتیٰ کہ علامہ محمد مکی نصر نے اپنی کتاب [نهاية قول المفيد] میں علماء کا تجوید کے وجوب پر اجماع نقل کیا ہے اور فرماتے ہیں (فقد اجتمعت الأمة المعصومة من الخطأ على وجوب التجويد من زمن النبي ﷺ إلى زماننا ولم يختلف فيه أحد منهم وهذا من أقوى الحجج) [عمدة البيان ۲۲ ونهاية قول المفيد ۱۵] ''امت اسلامیہ کا تجوید کے وجوب پر اجماع ہے نبی کریم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک اور کسی نے بھی اسمیں اختلاف نہیں کیا اور یہ تمام دلائل سے قوی حجت ہے'' ......یعنی تجوید (جو کہ ترتیل ہے) کے وجوب پر۔

اور علامہ ابن الجزری فرماتے ہیں کہ (لا شك أن الأمة كما هم متعبدون بفهم معاني القرآن وإقامة حدوده متعبدون بتصحيح ألفاظه وإقامة حروفه على الصفة المتلقاة من أئمة القراءة المتصلة بالحضرة النبوية الأفصحية العربية التي لا تجوز مخالفتها والعدول عنها إلى غيرها) [النشر ۱/۲۱۰] ''اس بات میں شک نہیں کہ اُمت (اس بات کی مکلف ہے) کو قرآن مجید کے فہم اور اسکی حدود کو قائم کرنے کا ثواب ملتا ہے اسی طرح وہ اس بات (کی بھی مکلّف ہے) پر بھی اجر حاصل کرتی ہے کہ وہ الفاظ کو صحیح کریں (کیونکہ الفاظ کی صحت سے ہی مفاہیم ومعانی ومدعا صحیح متعین ہوسکتا ہے) اور حروف قرآن کو اس صفت کے مطابق پڑھیں جو نبی کریم ﷺ سے فصیح عربی زبان میں حاصل کی گئی'' ......اور مزید اپنی کتاب [المقدّمة الجزريّة] میں فرماتے ہیں:

والأخذ بالتجويد حتم لازم — من لم يجود القُرَان آثم

لأنه به الإله أنزلا — وهكذا منه إلينا وصلا

[المقدمة الجزرية رقم البيت ۲۷، ۲۸] ''اور تجوید کا حاصل کرنا ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ خطا کار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجوید کے ساتھ ہی قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور اسی طرح (تجوید کے ساتھ ہی) اس (اللہ تعالیٰ) سے ہم تک پہنچا ہے''......گنہگار اس لئے ہوتا ہے جب وہ ترتیل وتجوید کے ساتھ نہیں پڑھے گا تو حروف صحیح نہیں پڑھے جائیں گے اور جب حروف صحیح نہیں پڑھے جائیں گے تو پھر ان کا معنی بھی غلط ہوگا جس کی چند مثالوں سے وضاحت کرتے ہیں:

☆ مثلاً ہم نماز پڑھتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے لیکن اگر نانی اماں والا اور فلاں خالہ جی کا پڑھا ہوا ہو وہ اکبر کے کاف کو اقبر موٹا کر دیتا ہے جس کا معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ اس نے قبر کھودی تو ظاہر ہے نعوذ باللہ یہ اللہ کی توہین ہے اور نماز کیسے سلامت رہے گی۔

☆ پھر نماز میں ہم کہتے ہیں (الحمد لله) جس کا معنی ہے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں لیکن اگر اس حا کو تھوڑا سا تکاسل واہمال سے ھا پڑھ دیا (الھمد) تو اس کا معنی یہ ہوجائے گا کہ آگ کی حرارت کا ختم ہونا اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو یہ معنی اللہ تعالیٰ کو مقصود ہی نہیں۔

☆ اسی طرح قرآن مجید میں ہم پڑھتے ہیں ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرة ۲۰] ''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''......اگر ہم قدیر کی قاف کو باریک کر دیا تو یہ قاف کاف بن جائے گا جس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر کدورت رکھنے والا ہے اور یہ بندوں کی صفت ہے اللہ تعالیٰ ایسی گندی صفات سے منزہ ہے مبرا ہے۔

☆ اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے بارے میں فرماتے ہیں

﴿وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا﴾ [النساء ٥٧] ''ہم (جنتیوں) کو گھنے ساؤں میں داخل کریں گے''......اگر اگر اس ظا کو موٹا نہ پڑھا باریک پڑھ دیا تو معنی ہوگا (ذلا ذلیلا) ہم جنتیوں کو بڑی ذلالتوں میں داخل کریں گے''۔

☆ اسی طرح قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾ [الإسراء ٢٧] ''بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں''...... اب اگر المبذرین کی ذال کو موٹا پڑھ دیں تو یہ ظا بن جائے گی جس کا معنی یہ ہوگا کہ ختنے کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ ذرا سوچیں ایک تو قرآن کا مفہوم غلط ہوا دوسرا فطرت کی دس چیزوں میں ایک ختنہ کرنا بھی ہے تو ایک طرف تو فطرت کی علامت ہے ختنہ کرنا دوسری طرف ہم اس کو شیطانی فعل صرف اپنی جہالت کی بناء پر بنا رہے ہیں۔

☆ اسی طرح قرآن مجید میں حکم ربانی ہے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الکوثر ٢] ''پس اے محمد! تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر''......اگر وانحر جو کہ نَحَرَ سے ہے جس کا معنی قربانی کرنا ہے اس کو حا کی بجائے موٹا پڑھ دیا تو وہ ہا ہو جائے گی نَهَرَ سے تو معنی ہو جائے گا کہ اے محمد تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور ڈانٹ۔

☆ اسی طرح ہم صبح وشام تینوں قل (سورۃ اِخلاص، والفلق، والناس) پڑھتے ہیں ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ جس کا معنی یہ ہے کہ ''کہو اللہ ایک ہے'' لیکن اگر ہم نے قل کے قاف کو باریک کر دیا تو یہ کل بن جائے گا جس کا معنی یہ ہو جائے گا کہ کھاؤ وہ اللہ ایک ہے۔

☆ اسی طرح اگر ترتیل وتجوید کی معرفت نہ ہو تو آیات قرآنی پر وقف ایسا ہوتا ہے کہ معنی خراب ہوتا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ﴾ [النساء ٤٣] پر

وقف کریں تو معنی یہ ہوتا ہے کہ ''اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ''......
حالانکہ نماز نہ پڑھنے والا کافر ہے تو یہاں وقف نہیں کرنا ہوگا بلکہ ہر آیت پر کریں
یا جہاں معنی پورا ہوتا ہو جیسا کہ یہاں آگے آیت کا تکملہ ہے ﴿وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾
''جب تم نشے میں ہو''......تو اس چیز کی معرفت ترتیل وتجوید کے بغیر ناممکن ہے
اور بسا اوقات وقف کرنا ہوتا ہے ہم نہیں کرتے بلکہ وصل کرتے ہیں مثلاً ﴿وَلَا
يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ [يونس ٦٥] کو اگر اکھٹا پڑھیں تو
اس کا معنی یہ ہوگا کہ اے نبی! تم کو ان (مشرکوں وکافروں) کی یہ باتیں غم میں نہ
ڈالیں کہ ساری عزت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ حالانکہ یہی تو لڑائی تھی کہ وہ صرف اللہ
تعالیٰ کو عبادت کیلئے نہیں سمجھتے تھے اس کے شریک بناتے تھے لیکن یہ معنی کب پیدا
ہوا جب ہم نے ملا کر پڑھا۔ اس لئے قولهم پر ٹھہرنا لازمی اور ضروری ہے پھر
آگے پڑھیں تو معنی یہ ہوگا کہ تمہیں انکی باتیں غم میں نہ ڈالیں۔ ساری عزت تو
اللہ تعالیٰ کیلئے ہے (وہی تمہیں عزت دے گا یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے)

تو میرے محترم بھائی! قرآن مجید تو کیا نماز کی دعائیں بھی خراب ہوتی ہیں مثلاً
وتبارک اسمک ہم دعاء استفتاح پڑھتے ہیں جس کا معنی ہے تیرا برکت والا نام ہے (اے
اللہ) اور اکثر سین کو ثا پڑھتے ہیں اثمک تو معنی یہ بن گیا برکت والا گناہ ہے (اے اللہ)
(أعوذ باللہ) کیا ہم یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہے ہیں یا برائی بیان کر رہے ہیں۔

تو میرے محترم! قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ (تجوید کے ساتھ) پڑھنا اس لئے
ضروری ہے اور نہ پڑھنے والے کو گناہ ہوگا۔ لیکن اس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ قواعد اور
قانون دو سال میں یاد کرے بلکہ یہ قواعد اصل مقصود نہیں اصل مقصود تو وہ کیفیت ہے جس
کیفیت پر قرآن مجید نازل ہوا وہ ترتیل کی کیفیت ہے جو کہ بغیر استاد کے ممکن نہیں اس

لئے کہ جو شخص استاد سے نہیں پڑھتا بلکہ خود ہی قرآن پڑھتا ہے وہ صحیح نہیں پڑھ سکتا جیسا کہ علامہ الحسینی [القول السدید فی بیان حکم التجوید ۵۰] پر فرماتے ہیں کہ

من یأخذ العلم عن شیخ مشافهة　　　یکن عن الزیغ والتصحیف فی حرم

ومن یکن آخذا للعلم من صحف　　　فعلمه عند أهل العلم کالعدم

''جو شخص کسی شیخ سے تلقی کے ساتھ (منہ در منہ، آمنے سامنے) علم حاصل کرتا ہے اس کا علم ٹیڑھ پن اور تحریف سے محفوظ رہتا ہے اور جو شخص صحائف (کتابوں) سے علم حاصل کرتا ہے اسکا علم اہل علم کے نزدیک نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے'' ...... اسلئے سعادتمند وہ ہے جو قرآن کریم کو ترتیل کیساتھ پڑھتا ہے جیسا کہ ابن الجزری فرماتے ہیں

فلیحرص السعید فی تحصیله　　　ولا یمل قط من ترتیله

''سعادتمند اس کی تحصیل میں حرص کرتا ہے اور اس کی ترتیل سے کبھی بھی نہیں اکتاہٹ محسوس کرتا'' ...... اور یہی بار بار پڑھنا ہی (مشق کرنا، تدریب کرنا) قاری اور غیر قاری کا فرق ہے جیسا کہ ابن الجزری فرماتے ہیں۔

ولیس بینه وبین ترکه　　　إلا ریاضة امرئ بفکه

''قاری اور غیر قاری کے درمیان فرق صرف منہ کی ریاضت (مشق) کا ہے'' ......

لیکن افسوس ہے کہ خود تو تجوید و ترتیل ہم حاصل کرتے نہیں بلکہ جنہوں نے حاصل کی ہے یا کر رہے ہوتے ہیں ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں واقعی کسی نے خوب کہا تھا کہ (القارئ بالتجوید محسن مأجور ومخالفه إما مسیئ مأزور أو مقصر مغرور أو ضعیف متعتع معذور) ''قاری قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنے والا محسن ہے اور اجر پانے والا ہے اور علامہ جزری فرماتے ہیں (من یحسن التجوید یظفر بالرشد) جو اچھی طرح تجوید میں ماہر ہوگا وہ ہدایت پائے گا اور اس کا مخالف تین حال

سے خالی نہیں۔

- وہ گنہگار ہے اور غلط آدمی ہے (کیونکہ وہ قاری نہیں بلکہ سیدھا قرآن سے ہی بغض رکھتا ہے)
- یا وہ متکبر ہے اور خود یہ نہیں سیکھتا تو اس لئے مخالفت کرتا ہے کیونکہ **من جھل شیئا عاداہ** جو جس چیز سے جاہل ہو اس سے عداوت رکھتا ہے اپنے تکبر واَنا کی وجہ سے سیکھتا نہیں پھر اس محرومی کو مخالفت کی آگ کا لبادہ پہنا تا ہے۔
- یا وہ کمزور ہے اور اسکی زبان اٹکتی ہے تو اس کا عذر ہے اس کی یہ مخالفت ایک عذر کی بنیاد پر ہے۔

تو اے میرے مسلمان بھائی! ذرا سوچیں آپ تینوں میں سے کس قسم پر ہیں تو فوری توبہ کرو اور محسن اور اجر پانے والوں سے ہو جاؤ۔ قیامت کے دن کیا جواب دو گے کہ ہم مشغول تھے ہمارے کاروبار کے مندہ پڑ جانے کا خطرہ تھا۔ لیکن افسوس تو اس سے بڑھ کر یہ بھی ہے کہ مدارس ومکاتب جو عرصہ دراز سے خدمت اسلام وتعلیم وتربیت اسلام میں مگن ہیں ان میں یہ صورتحال پیدا ہو چکی ہے کہ جو مدارس دینیہ سے فارغ ہوتا ہے اس کے خطاب تو آسمان کی طرف لپکیں مار رہے ہوتے ہیں لیکن جب فاتحۃ القرآن ہی پڑھے تو واللہ شرم آتی ہے کہ اتنا اچھا مقرر اور قرآن کے بارے میں اتنا کورا شخص ہے دوسری طرف جو قاری بنتے ہیں ان کو یہی ہوتا ہے کہ میں نے پڑھنا کیسے ہے کچھ پتا نہیں کہ جو پڑھ رہا ہوں اس کا معنی کیا ہے بالفاظ دیگر قراءت تو بڑی اچھی ہے لیکن سورۃ فاتحہ کا ترجمہ بھی نہیں آتا یہ تو دینی لوگوں کا حال ہے کہ وہ افراط وتفریط کا شکار ہیں اور یہ دو انتہائیں ہیں کہ جب تک ان کو یکجا نہ کیا جائے گا خاطر خواہ فوائد ہمیں میسر نہیں آسکتے اس لئے میں انتہائی ادب سے علماء سے گزارش کروں گا کہ وہ قرآن مجید کو اس طرح

پڑھنے کی سعی وجدو جہد ضرور کریں اور سیکھیں جس طرح ہمارے نبی ﷺ نے پڑھا تھا اور وہ ترتیل ہے جو ہم تک پہنچی ہے اور قرآن چونکہ عربی میں ہے تو اس کو عربی لہجوں میں پڑھنا ہوگا اور کیوں نہیں؟ علامہ موسیٰ نصر فرماتے ہیں (إن القرآن وصلنا متواترا بلغتنا وصفة تلاوته أيضا متواترة إذ هما أى اللفظ وصفة التلاوة متلازمان تلازم ذات الشيء الواحد وصفته) [القول المفيد ١٤] ''قرآن مجید اپنی لغت (عربی) کے ساتھ ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا ہے اور اس کی صفت تلاوت (ترتیل بنام تجوید) بھی متواتر ہے گویا کہ لفظ اور اس کی صفت دونوں لازم وملزوم ہیں جس طرح ایک چیز کے ساتھ اس کی صفت لازمی ہوتی ہے'' ......اب دیکھیں اگر ہم کہیں کہ ڈاکٹر صاحب آئے ہیں تو ظاہر ہے ڈاکٹری ان کی صفت ہے وہ جب آئے ہیں تو ڈاکٹری ساتھ لے کر آئے ہیں گھر چھوڑ کر تو نہیں آئے اسی طرح قرآن مجید اگر عربی زبان میں ہے تو اس کی صفت تلاوت یہ دونوں ہی ہم تک محفوظ پہنچی ہیں اس لئے جہاں ہم قرآن مجید کو متواتر سمجھ کر حاصل کرتے ہیں اس کی صفت بھی حاصل کرنا ہوگی اور وہ بھی اللہ کی رضا اور رسول کریم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے۔ اور اسی طرح میں قراء کرام سے بھی گزارش کروں گا کہ جہاں وہ قرآن مجید کی تلاوت کی نوک پلک کو سدھارنے میں انہوں نے وقت لگایا ہے وہ اس قرآن مجید کی فہم بھی حاصل کریں کیونکہ جب تلک عمل نہیں ہوگا اکیلا تلاوت کر لینا اس کیلئے نفع بخش نہیں ہوگا اور عمل کرنا علم پر موقوف ہے اگر قرآن مجید کے معانی ومطالب ومفاہیم ومدعا کا پتہ نہیں ہوگا تو پھر وہ کیا عمل کرے گا اور کیسے کرے گا؟۔ اگر یہ دونوں شعبے علماء وقراء اپنی اپنی انتہاء کو چھوڑ کر دونوں کو ملا کر چلیں گے تو ان شاء اللہ العزیز معاشرے کی ایک عظیم اکثریت ایک بہترین انسان عالم وقاری بنے گی جس سے بوڑھے اور بچے اور ادھیڑ عمر کے لاکھوں لوگ وناظرہ بھی پڑھنے پر قادر نہیں اور

قرآن کے بارے بالکل نابلد ہیں ان کی زندگیاں سدھر جائیں گی اور ان کی ان زندگیوں کے سدھرنے سے ایک اچھا معاشرے قائم ہوگا اور قیامت کے روز اس نیکی کے سہرے علماء وقراء کے سینوں پر سجائے جائیں گے۔

اے میرے مسلمان بھائی! یہ تھی قرآن مجید کے دوسرے حق کی پہلی شرط کہ ہم قرآن کو اس طرح پڑھیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے اور حق اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک اس کو ترتیل وحروف کی شناخت و پہچان اور انکی ادائیگی کی صلاحیت حاصل نہ کی جائے جس کے بارے ہم نے براہین پیش کیے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ لفظ کے بدلنے سے معانی بدلتے ہیں جس سے مراد الٰہی بھی بدلتی ہے اور بسا اوقات تو نماز بھی باطل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے چنانچہ ان مختصر دلائل کو پڑھنے کے بعد بھی اگر اس نعمت جلیلہ کی طرف توجہ نہ دی جائے اور اسے اپنے ماتھے کا جھومر نہ بنایا جائے اور پھر بھی ترتیل (تجوید) کا انکار کریں تو پھر شاعر کا قول سنائے دیتا ہوں

ولیس یصح فی الأذهان شیء إذا احتاج النهار إلی دلیل

"اس ذہن کی صحت کے بارے کیا کہا جا سکتا ہے جو دن چڑھے ہوئے کی دلیل مانگے"...... وہ ذہن صحیح نہیں اس کے علاج کی ضرورت ہے۔ اور وہ علاج قرآن وسنت کی طرف رجوع اور یوم آخرت کا ڈر اور قرآن مجید اور اس کے اتارنے والے کی عظمت کا احساس ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کو اس طرح پڑھنے کی توفیق دے جس طرح ہمارے پیارے پیغمبر نے پڑھا تھا اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۲۔ <u>قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھا جائے۔</u>

کسی بھی زبان کا مقام عروج (climex) بولنے سے جلوہ فگن ہوتا ہے۔ اور حسن

سماعت کا ذوق تقریباً ہر انسان میں ودیعت کیا گیا ہے اور اچھی آواز ہر شخص کو بھاتی ہے اس لئے قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا ضروری ہے اور چونکہ اسلام ایک دین فطرت ہے اور وہ مخلوق ربانی کے فطری جذبوں کو یکسر ختم نہیں کرتا بلکہ ان تمام دواعی کو صحیح راستوں پر ڈال دیتا ہے چنانچہ حسن نظر اور حسن سماعت انسان کے قدرتی داعیات میں سے ہے اسی لئے قرآن مجید کو خوش اسلوبی اور خوش آوازی میں پڑھنے کا باقاعدہ حکم یا گیا چنانچہ براء بن عازب اور ابن عباس وابو ہریرۃ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا (زينوا القرآن بأصواتكم) [صحيح الجامع ٣٥٨٠ وابن ماجه ١٣٤٢ والنسائي ١٠١٤] ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو''...... اور پھر اس کی توجیہ بھی بیان کی کہ اچھی آواز سے کیوں پڑھنا ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (حسن الصوت زينة القرآن) [صحيح الجامع ٣١٤٤ والصحيحة ١٨١٥] اچھی آواز قرآن مجید کی زینت ہے''...... اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (زينوا القرآن بأصواتكم فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا) [صحيح الجامع ٣٥٨١ والصحيحة ٧٧١] قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کریم کے حسن کو اور زیادہ کر دیتی ہے''...... اور براء رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (حسنوا القرآن بأصواتكم فإن الصوت الحسن يزيد القرآن حسنا) [صحيح الجامع ٣١٤٥ والصحيحة ٧٧١ وصحيح أبي داؤد ١٣٢٠] ''قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ساتھ حسن دو کیونکہ حسین آواز قرآن مجید کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے''...... چنانچہ قرآن مجید کو اچھی آوازوں کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے حتیٰ کہ جو قرآن مجید کو اچھی آواز میں نہیں

پڑھتا اس کے بارے میں وعید آئی ہے جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ليس منا من لم يتغن بالقرآن) [صحيح الجامع ٥٤٤٢ وابن ماجه ١٣٣٧ وأحمد ١/١٧٢، ١٧٥، ١٧٩ وأبو داؤد ١٤٦٦ وتحفة الأخيار ١٥٧٤] قرآن مجید کو جو حسن صوت سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں"...... اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھتے تھے جیسا کہ براء بن عاذب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سمعت رسول الله ﷺ قرأ في العشاء بالتين والزيتون فما سمعت أحدا أحسن صوتا منه) [البخاري ٧٦٩ ومسلم ٤٦٤] "میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں سورت (والتين والزيتون) پڑھتے سنا، (انہوں نے اس کو اتنا حسین پڑھا کہ) میں نے کسی کو بھی اس طرح پڑھتے نہیں سنا"...... چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن صوت کے بارے میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ما أذن الله لشيء ما أذن لنبي أن يتغنى بالقرآن) [البخاري ٥٠٢٣، ٥٠٢٤ وصحيح الجامع ٥٥٢٥ وتحفة الأخيار ١٥٨٤] "اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس طرح کان نہیں لگاتے (سنتے) جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لگاتے ہیں جبکہ وہ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھ رہے ہوتے ہیں"...... اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لله أشد أذنا إلى الرجل حسن الصوت بالقرآن من صاحب القينة إلى قينة) [ابن ماجه ١٣٤٠] "اللہ جل شانہ اچھی آواز والے قرآن مجید پڑھنے والے آدمی کو زیادہ سنتے ہیں اتنا مغنیہ (موسیقی والا) والا مغنیہ (موسیقی) کو نہیں سنتا"...... پھر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حسن صوت سے پڑھتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان

سے کہتے کہ مجھے سناؤ جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کہا تو وہ فرمانے لگے: اے اللہ کے رسول! میں سناؤں اور قرآن مجید تو آپ پر نازل ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (إنی أحب أن أسمعه من غیری) ''میں چاہتا ہوں (پسند کرتا ہوں) کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے سنوں'' ...... پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سنایا ...... [البخاری ۵۰۴۹، ۵۰۵۰، ومسلم ۸۰۰] اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک آدمی کی قراءت سنی تو فرمانے لگے کہ یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ یہ عبداللہ بن قیس ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (لقد أوتی هذا من مزامیر آل داوٗد) [مسلم ۲۳۵، ۷۹۳ وابن ماجه ۱۳۴۱ والتحفة ۱۵۱۱۹] ''یہ شخص مزامیر آل داوٗد دیا گیا ہے'' ......یعنی داوٗد علیہ السلام کی آل کی بانسریاں، خود داوٗد علیہ السلام بھی تغنی کے ساتھ پڑھتے خود بھی روتے اور رلاتے اور زبور کو ۷۰ لحنوں میں (لہجوں) میں پڑھتے تھے [فتح الباری ۹/۹۰] اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو پڑھتے سنا تو ان کو فرمایا کہ میں رات کو تیری قراءت سن رہا تھا (لقد أوتیت مزمارا من مزامیر آل داوٗد) [البخاری ۵۰۴۸، ومسلم ۷۹۳، ۲۳۶ والترمذی ۳۸۶۴] ''تو تو آل داوٗد کی مزامیر میں سے مزمار (بانسری) دیا گیا ہے''......تو وہ فرمانے لگے کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا تو (لحبرته لک تحبیرا) [فتح الباری ۹/۱۱۶] ''اور زیادہ حسین پڑھتا''......اور عمر رضی اللہ عنہ جب بھی ابو موسیٰ اشعری کو دیکھتے تو کہتے (ذکرنا ربنا یا أبا موسیٰ فیقرأ عنده) [الدارمی ۳۳۹۴، ۳۳۹۷] ''اے ابو موسیٰ! ہمارے رب کی یاد تازہ کرو تو پھر وہ ان کے پاس قرآن مجید پڑھتے'' ......اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں عشاء کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کچھ لیٹ ہوگئی تو جب گھر آئی تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں

تھی؟ تو میں نے کہا کہ میں آپ کے ساتھیوں میں سے ایک کی آواز سن رہی تھی اس کی قراءت و آواز جیسی کسی کی نہیں سنی تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہوئے اور میں بھی۔ پھر اسے جا کر غور سے سنا اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میری امت میں ایسے شخص بھی پیدا کیے ہیں [ابن ماجہ ۱۳۳۸ وتحفة الأشراف ۱۶۳۰۳] اور عبدالرحمٰن بن سائب فرماتے ہیں کہ سعد بن اَبی وقاص ہمارے پاس آئے اوران کی آنکھوں کی بینائی جا چکی تھی تو میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے پوچھا کون ہو تم؟ تو میں نے بتلایا تو کہنے لگے (مرحبا بابن أخي بلغني أنک حسن الصوت بالقرآن) "خوش آمدید اے میرے بھتیجے! میں نے سنا ہے کہ آپ کی قرآن کی تلاوت بڑی حسین ہے"...... اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ قرآن کو جو تغنی سے نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں [ابن ماجہ ۱۳۳۷] اسی لئے عمر رضی اللہ عنہ (کان یقدم الشاب الحسن الصوت لحسن صوته بین یدی القوم) [فتح الباری ۹/ ۱۱۶] "نوجوان کو اس کی اچھی آواز کی وجہ سے قوم کے سامنے مقدم کرتے تھے (یعنی وہ امامت کرواتا تھا)"...... حتیٰ کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء سلف وخلف کا اجماع نقل کیا ہے کہ صحابہ وتابعین وعلماء امصار تک سب متفق ہیں کہ قرآن مجید کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے [التبیان ۸۷ وفتح الباری ۹/ ۹۱] اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (أما تحسین الصوت وتقدیم حسن الصوت علی غیرہ فلا نزاع فی ذلک) [فتح الباری ۹/ ۹۱] "رہا آواز کو اچھا کرنا اور اچھی آواز کو (اچھی آواز والے) کو دوسری (آواز) پر مقدم کرنا تو اس میں کوئی نزاع نہیں یہ اتفاقی چیز ہے"...... اب اس سابقہ تقریر سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تحسین صوت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت ضروری ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تحسین صوت کا

معیار یہی ہے کہ صرف اچھی آواز ہو؟ نہیں اس کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ تحسین صوت یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جس کو چاہے دے دے کتنے ہی قراء جنھوں نے حفظ بھی مکمل نہیں کیا ان کی آواز اتنی پیاری ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مسجد نبوی (جیسی عظیم جگہیں) میں امامت کروانے کیلئے موقع دیا اور کتنے ہی قراء متبحر ہیں اور عالم ہیں لیکن انکی آواز بالکل سادہ ہے ان کی اداء تو ہے لیکن آواز نہیں اس لئے اصل معیار تحسین صوت کا وہ ہے جو جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(إن من أحسن الناس صوتا بالقرآن الذی إذا سمعته يقرأ رأيت أنه يخشى الله) [صحیح الجامع ۲۲۰۲ وابن ماجه ۱۳۳۱] ''لوگوں میں سے قرآن مجید کی تلاوت میں حسین صوت (آواز) والا وہ ہے کہ جس کو جب تم دیکھو کہ وہ پڑھ رہا ہے تو (ایسے لگے کہ) وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہو'' ......اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں(أحسن الناس قراءة الذی إذا قرأ رأيت أنه يخشى الله) [صحیح الجامع ۱۹۴] ''لوگوں میں سے اچھی قراءت والا وہ ہے جب وہ قراءت کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر رہا ہو'' ...... اللہ تعالیٰ کے ڈرنے کا مطلب یہ ہے جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (كان إذا مر بآية خوف تعوذ وإذا مر بآية رحمة سأل وإذا مرّ بآية فيها تنزيه الله سبح) [صحیح الجامع ۴۷۸۲] ''جب آیت خوف پڑھتے تو اس سے پناہ مانگتے اور جب آیت رحمت پڑھتے تو اس کا سوال کرتے اور جب ایسی آیت تلاوت فرماتے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان ہوئی ہو تو سبحان اللہ کہتے'' ...... گویا مومن کا منہج چونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف اور اسکی جنت کی امید کے درمیان ہوتا ہے جو کہ اس حدیث نے بھی واضح کیا ہے کہ قرآن مجید کی تحسین فقط کانوں پر ہاتھ رکھ کر خوبصورت پڑھنا نہیں بلکہ بڑے پیار و وقار و شیریں و میٹھی اور بغیر تکلف و تصنع کے لطیف

وعمدہ تلاوت کا نام ہے جس میں لہجہ عرب کے موافق پڑھتے وقت خشوع وخضوع اور وقار بھی قائم رہے۔ نہ کہ تلاوت کے وقت پیشانی پر شکن پڑنا اور جلد جلد پلکیں گرانا یا زور زور سے آنکھیں بند کرنا اور ناک پھلانا اور منہ کو ٹیڑھا کرنا اور گرجدار و رعشہ زدہ آواز نکالنا اور منہ کو گہرا کر کے گلے سے زور سے آواز نکالنا سب تکلفات ہیں جس سے طبیعتیں نفرت کرتی ہیں اور دل بیزار ہوتے ہیں اور یہی وہ تکلفات ہیں کہ جنھوں نے لوگوں کو ترتیل وتجوید سے دور کر دیا ہے اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (أخاف عليكم ستا إمارة السفهاء وسفك الدم وبيع الحكم وقطيعة الرحم ونشوا يتخذون القرآن مزامير و كثرة الشرط) [صحيح الجامع ٢١٦، والصحيحة ٩٧٩] ''عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے تم پر چھ چیزوں کا خوف ہے۔ ا۔ بیوقوفوں کی امارت، ۲۔ خونریزی، ۳۔ حکم کی بیع، ۴۔ قطع رحمی (قطع تعلقی) ۵۔ چھوٹے بچے قرآن مجید کو بانسریاں (گیت) کے طور پر لیں گے اور فوجی دستوں کی کثرت'' ...... اس حدیث میں مقصود پانچویں چیز ہے کہ قرآن مجید کو گیتوں کی طرح پڑھیں گے خشیت نہیں ہوگی اور اپنا نام پیدا کرنے کیلئے مذکورہ حربے استعمال کریں گے اور کبھی بہانے لگائیں گے کہ میرا گلہ خراب ہے میرے گلے کو الرجی ہوگئی ہے جو کہ سراسر ریاکاری کے دہانے کی طرف جارہا ہوگا اور جب ریاکاری آگئی تو جتنی مرضی حسین آواز ہو اس کو برباد کر دے گی اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ریاکاری سے ڈراتے ہوئے خصوصاً یہ کہا تھا کہ (أكثر منافقي أمتي قراء ها) [صحيح الجامع ١٢٠٣ والصحيحة ٧٥٠] ''ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے اکثر منافق قاری ہوں گے'' ...... اس لئے میرے محترم ومعزز بھائی! جب بھی تلاوت کرو

اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے اور جیسی بھی آواز ہو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا لوگوں کی رضا نہ حاصل کرنا جو نہ حاصل ہو سکتی ہے اور بلکہ اللہ تعالیٰ کا مجرم بھی بناتی ہے۔

الغرض! حسین صوت (اچھی آواز) وہی متصور کی جائے گی جو قرآن مجید کو بغیر کسی تکلف و بناوٹ کے انتہائی وقار و اطمینان کے ساتھ خشیت الٰہی کے ساتھ اور ترتیل (ٹھہر ٹھہر کر) کے ساتھ ہر حرف کو واضح واضح کر کے پڑھا جائے اور آواز کو لمبا کر کے پڑھا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کہ رسول ﷺ کے بارے میں انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (کان یمد صوتہ بالقرآن مدا) [صحیح الجامع ۵۰۱۳ والبخاری ۵۰۴۵] ”وہ (اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ) اپنی آواز کو قرآن مجید کے ساتھ لمبا کرتے“...... جو کہ وقار اطمینان وخشیت کو واضح کرتا ہے اور تکلف وتصنع کو اور بناوٹ وغلو کو رد کرتا ہے۔ اسی لئے علامہ ابن الجزری نے بھی قاری کی تعریف یہی کی ہے کہ

مکملا من غیر ما تکلف   باللطف فی النطق بلا تعسف

[المقدمة الجزرية رقم البيت ۳۲] قاری قرآن عمدہ ادائیگی کرنے والا (صحیح تلفظ کو ادا کرنے والا) اور تکلف اور بے راہ روی سے بچنے والا (تجوید کے خلاف نہ پڑھنے والا) ہوتا ہے“...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو پڑھتے وقت اس صفت کو اپنانے کی توفیق دے جو رب کو راضی کرے اور ریا کاری و دکھلاوے سے بچائے اور خوبصورت سے خوبصورت پڑھنے کی توفیق دے۔ آمین

۳۔ قرآن مجید کو یاد کیا جائے اور روزانہ کا معمول بنایا جائے۔

قرآن مجید کے حفظ کا سلسلہ نہایت ہی مبارک اور حفاظت قرآن کی ربانی تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے جس کی طرف توجہ وانہاک کی اشد ضرورت ہے ایک وقت تھا کہ ایک ایک گھر میں کئی کئی حافظ تھے اور وہ گھرانا منحوس سمجھا جاتا تھا جس میں کوئی ایک شخص

بھی حافظ قرآن نہ ہو۔ آج بھی اگر چہ قرآن مجید کے لاکھوں حافظ ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ حفظ ایک رواج بن گیا ہے۔ قرآن مجید تو اس لئے حفظ کرنا تھا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ ہدایت لے سکیں اور رات کی تاریکیوں میں اس کے تلذذ سے محظوظ ہو سکیں لیکن نتیجہ پھر اس رواج کا یہ نکلتا ہے کہ جو دکھاوے وریاکاری کیلئے اور چاوڑ کیلئے یاد کیا ہوتا ہے یاد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے پھر وہ اس کیلئے مصیبت بن جاتا ہے اور دین کیا سمجھنا وہ داڑھی کو بھی کٹوا دیتا ہے لیکن ہے حافظ۔ دُنیا کا اِمام کیا اس نے بننا ہے وہ باجماعت کا مقتدی بھی نہیں رہ جاتا بلکہ نمازیں بھی چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے زمانے میں قرآن مجید یاد کیا جاتا اور جس نے حفظ کیا ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا تھا چنانچہ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ گئے اور قبا کی جگہ ٹھہرے تو ان لوگوں کو سالم مولیٰ ابی حذیفہ جو کہ ابوحذیفہ کے غلام تھے نماز پڑھاتے جس کی وجہ یہ تھی کہ (كان أكثرهم قرآنا) [البخاری ۶۹۲] ''اس نے قرآن مجید باقی ساتھیوں سے زیادہ یاد کیا ہوا تھا'' ...... اور حتیٰ کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہ حکم فرمادیا جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (يؤم القوم أقرأهم لكتاب الله) [مسلم ۲۹۰، ۲۹۱ وابن ماجه ۹۸۰ والترمذی ۲۳۵ والنسائی ۷۷۹ وصحيح الجامع ۸۰۱۱، ۸۰۱۲] ''قوم کا امام وہ بنے جو سب سے زیادہ پڑھنے والا ہے (جو سب سے زیادہ قرآن مجید کا قاری ہے)'' ...... اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (إذا كانوا ثلاثة فليؤمهم أحدهم وأحقهم بالإمامة أقرأهم) [مسلم ۲۸۹ والنسائی ۷۸۱، ۸۳۹] ''جب تین ہوں تو ان میں سے ایک نماز کروائے اور ان تینوں میں سے زیادہ حق وہ رکھتا ہے جو زیادہ قاری ہو'' ...... یہی وہ حفظ کا معیار تھا ہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے زمانے میں عمرو بن سلمہ جن کی عمر بمشکل آٹھ سال تھی ان کو امام بنایا

گیا اور جیسا کہ وہ فرماتے ہیں کہ (كنت أؤمهم وأنا ابن ثمان سنين وكانت على بردة (مفتوقة) إذا سجدت تقلصت عني فقالت امرأة من الحي ألا تغطون عنا است قارئكم) [البخاری ۴۳۰۲ والنسائی ۷۸۸، ۷۶۶] ''میں آٹھ سال کا تھا تو ان کو (قوم کو) نماز پڑھاتا تھا میرے پاس ایک ہی چادر تھی جو سجدے کے وقت (پیچھے سے) ہٹ جاتی (اور میں ننگا ہو جاتا) تو ایک عورت نے کہا (اس محلے کی ایک عورت نے) کہ تم اپنے قاری کی پچھاڑی کو ہم سے کیوں نہیں چھپاتے (ڈھانپتے) پھر ان کو قمیص دی گئی'' ...... اب دیکھیں صرف معیار قرآن مجید کا حفظ تھا حتیٰ کہ سہیل بن سعد ایک لمبی روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک شخص کو شادی میں مہر قرآن مجید کی سورتیں حفظ کروانے کو کہا اور فرمایا (أتقرأهن عن ظهر قلب؟ قال نعم) [البخاری ۵۰۳۰] ''کیا تو اس کو زبانی پڑھتا ہے تو اس نے ہاں میں جواب دیا'' ...... اور قرآن مجید کے حفظ کا میزہ صحابہ بچوں کو چھوٹے ہوتے ہی حاصل کرواتے کیونکہ چھوٹی عمر میں تعلیم راسخ ہوتی ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے (التعلم في الصغر كالنقش في الحجر) ''چھوٹی عمر میں تعلیم ایسے ہے جیسا کہ پتھر پر نقش'' ...... چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (توفي رسول الله ﷺ وأنا ابن عشر سنين وقد قرأت المحكم) [البخاری ۵۰۳۵] ''اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فوت ہوئے اور میں دس سال کا تھا اور محکم (سورتیں) پڑھا کرتا تھا'' ...... لیکن افسوس یہ ہے کہ آج اس کا ذوق رواج کی حد تک رہ گیا ہے حتیٰ کہ علماء بھی اس سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ مساجد کے امام جنہیں قرآن مجید سے سب سے زیادہ شغف ہونا چاہئے تھا لیکن وہ بھی جتنا انہوں نے یاد کیا ہوا ہے اسی پر قناعت کر کے بیٹھے ہیں اور بار بار انہی حصوں کو فرضی نمازوں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

اے میرے مسلمان بھائی! کبھی تو نے سوچا کہ قرآن مجید کا علاقہ تہجد کے ساتھ بڑا ہی گہرا ہے اور حقیقت میں قرآن یاد ہی تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ا۔تہجد میں پڑھنے سے۔۲۔امامت کروانے سے۔۳۔قرآن مجید حفظ کروانے سے۔لیکن ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ کبھی ہم رات کو رب کے حضور کھڑے ہو کر اس کا کلام اس کو سنا سکیں اور جنت کی بشارتیں لے لیں تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا(من قرأ بمائة آية في ليلة كتب له قنوت ليلة) [صحيح الجامع ٦٤٦٨ والصحيحة ٦٤٤] ''جو رات کو صرف ۱۰۰ آیات پڑھے اس کا پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے'' ......

اور فرمایا(يا أيها الناس أفشوا السلام وأطعموا الطعام وصلوا الأرحام وصلوا بالليل والناس نيام تدخلوا الجنة بسلام) [ابن ماجه ٣٢٥١، ١٣٣٤ والترمذي ٢٤٨٥، ١٩٨٤ والصحيحة ٥٦٩١] ''اے لوگو! سلام کو پھیلاؤ اور لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور تہجد پڑھو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے''......اگر حفظ نہ کیا ہوگا تو تہجد میں کیا پڑھے گا۔اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ بھی فرمایا تھا(من قام بعشر آيات لم يكتب من الغافلين ومن قام بمائة آية كتب من القانتين ومن قام بألف آية كتب من المقنطرين) [الصحيحة ٦٤٣ وابن خزيمة ١٣٩٨] ''جو رات کو قیام میں دس آئتیں پڑھے گا اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا اور جو ۱۰۰ پڑھے گا اس کا نام قانتین میں لکھا جائے گا اور جو ۱۰۰۰ پڑھے گا اس کا نام مقنطرین (جن کیلئے اجر کا خزانہ لکھا جائے گا) میں لکھا جائے گا۔تو اے مسلمان اگر ۱۰۰ نہیں ۱۰۰۰ نہیں تو کم از کم دس آیتیں تو پڑھ لو تا کہ تمہارا نام غافلوں کی لسٹ سے تو کٹ جائے۔

آؤ ذرہ تمہیں جبریل کا پیغام سناؤں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریل آئے اور انہوں نے کہا(يا محمد! عش ما شئت فإنك ميت وأحبب من شئت

فإنک مفارقه واعمل ما شئت فإنک مجزیّ به واعلم أن شرف المؤمن قیامه باللیل وعزه استغناء ہ عن الناس) [صحیح الجامع ۷۳ والصحیحة ۸۳۱]
''اے محمد ﷺ ! جب تک زندگی ہے جی لو آخر تجھے مرنا ہے اور جس سے چاہو محبت کر لو آخر فراق ہونا ہے جو عمل کر رہے ہو کر لو اس کی جزا دی جائے گی اور جان لو مومن کا شرف رات کے قیام میں ہے اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی ہونا ہے''......تو میرے پیارے بھائی! اگر حفظ نہ کیا ہوگا تو یہ شرف کیسے حاصل ہوگا اور صد افسوس ہے ہم پر کہ آج ہم بیوی کی محبت میں ساتھیوں کی گپوں میں اور کاروبار اور سیروں کی الفت میں رات تو گزار دیتے ہیں لیکن اس شرف کو حاصل نہیں کرتے اور ہائے کاش رات نہیں تو ہم نے اس کو دن میں بھی پڑھنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (من نام عن حزبه شيء أو عن شيء منه فقرأه فيما بين الفجر وصلاة الظهر كتب له كأنما قرأه من الليل) [مسلم ۷۴۷] ''جو رات کو سو جائے جو اس نے حزب (آدھا پارہ) پڑھنا تھا یا کچھ حصہ بھی اس نے پڑھنا تھا تو وہ اگر فجر کی نماز سے ظہر تک پڑھ لے تو لکھا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو ہی پڑھا تھا''......لیکن ہم نے یہ تو کیا فجر سے ظہر تک پڑھنا ہے ہم تو ویسے بھی نہیں پڑھتے اور حفظ کرنے کے باوجود اتنی قدرت نہیں کہ ایک پارہ ہی بغیر غلطی کے زبانی پڑھ سکیں زبانی تو دور کی بات ہے حافظ ہو یا غیر حافظ جہاد کا نعرہ لگانے والا ہو یا اس کو سینے ہی میں چھپانے والا ہو کوئی بھی ہو مہینے کے مہینے گزر جاتے ہیں اور اس نے ایک مرتبہ بھی قرآن ختم نہیں کیا ہوتا حالانکہ حافظ قرآن کے بارے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إنما مثل صاحب القرآن كمثل صاحب الإبل المعلقة إن عاهد عليها أمسكها وإن أطلقها ذهبت) [البخاری ۵۰۳۱ وصحیح الجامع ۲۳۷۲] ''صاحب قرآن مجید کی مثال تو

اس شخص کی سی ہے جس کے پاس ایک اونٹ بندھا ہوا ہو اگر تو اس پر پہرہ دے تو کھڑا رہتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دے تو بھاگ جاتا ہے“ ...... اس لئے حکم دیا کہ (تعاهدوا القرآن فوالذی نفسی بیدی لهو أشد تفصيا من قلوب الرجال من الإبل من عقلها) [صحیح الجامع ۲۹۵۶، ۲۹۶۴ والبخاری ۵۰۳۳] ”قرآن مجید کو بار بار پڑھا کرو (اور ایک روایت میں ہے استذکروا [صحیح الجامع ۹۳۶] اس کو دہرایا کرو) اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ بندوں کے دلوں سے جلدی بھول جاتا ہے اتنا اونٹ اپنی رسی سے نہیں نکلتا (اونٹ کا رسی سے جلدی نکلنا مشہور ہے)“ ...... اس لئے اس کا بار بار پڑھنا ضروری ہے اور روزانہ کا معمول بنالینا چاہئے کم ازکم دس پارے پڑھیں یا کم ازکم تین دن میں قرآن مجید ختم کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (اقرأ القرآن فی ثلاث إن استطعت) [صحیح الجامع ۱۱۵۵ والصحیحة ۱۵۱۲] ”قرآن مجید کو تین دنوں میں ختم کرو اگر طاقت ہو“ ...... یا پھر پانچ دنوں میں ختم کر لیں جیسا کہ فرمایا (اقرأ القرآن فی خمس) [صحیح الجامع ۱۱۵۶ والصحیحة ۱۵۱۳] ”قرآن مجید کو پانچ دنوں میں ختم کرلو“ ...... یا پھر سات دنوں میں ختم کرلو جیسا کہ حکم فرمایا (اقرأه فی سبع) [صحیح الجامع ۱۱۵۷، ۷۷۴۳ والصحیحة ۱۵۱۳] ”سات دنوں میں ختم کرلو“ ...... یا پھر دس دنوں میں ختم کرلو جیسا کہ فرمایا (اقرأه فی عشر) [المرجع السابق] یا پھر ۱۵ دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ فرمایا (اقرأه فی خمس عشرة) [المرجع السابق] یا پھر ۲۰ دنوں میں ختم کر لو جیسا کہ حکم فرمایا (اقرأه فی عشرین لیلة) [البخاری ۵۰۵۳ وصحیح الجامع ۱۱۵۸] یا پھر ۲۵ دنوں میں ختم کرلو جیسا کہ حکم فرمایا (اقرأه فی خمس وعشرین) [صحیح الجامع ۱۱۵۷، ۷۷۴۳، والصحیحة ۱۵۱۳] یا پھر ایک مہینے میں ختم کرو

جیسا کہ حکم فرمایا(اقرأ القرآن فی کل شهر)[صحیح الجامع ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۷۷۴۳، والصحیحة ۱۵۱۳] یا پھر چالیس دن میں ضرور ختم کرو جیسا کہ حکم فرمایا(اقرأ القرآن فی أربعین)[صحیح الجامع ۱۱۵۴، والصحیحة ۱۵۱۲] تو ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ چالیس دنوں میں ضرور ختم کرنا چاہیۓ جو کہ روزانہ کا تقریباً ایک پارے سے کم بنتا ہے اور کم سے کم مدت تین دن ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ سات دن سے پہلے ختم نہ کرے بلکہ تسلی سے سمجھ کر پڑھے کیونکہ نبی کریم ﷺ تین سے پہلے ختم نہیں کرتے تھے جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں(کان لا یقرأ القرآن فی أقل من ثلاث)[صحیح الجامع ۴۸۶۶] ”اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ تین دن سے پہلے ختم نہیں کرتے تھے“......اور حکم بھی دیا تھا کہ (لا یفقه من یقرأه فی أقل من ثلاث)[صحیح الجامع ۱۱۵۷، ۷۷۴۳، والصحیحة ۱۵۱۳] ”جو تین دن سے پہلے ختم کرتا ہے وہ کچھ نہیں سمجھتا“......اور فرمایا(اقرأه فی سبع ولا تزد علی ذلک)[البخاری ۵۰۵۴ وصحیح الجامع ۱۱۵۸] سات دنوں میں پڑھو اور اس پر زیادتی نہ کرو (یعنی کم مدت میں نہ پڑھو)“ ...... تو معلوم ہوا کہ کم از کم سات دنوں میں اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں ختم کرنا ضروری ہے۔

اے میرے مسلمان بھائی! سوچو تم کون سی حدیث پر عمل کرتے ہو اگر چالیس کا عدد بھی تجاوز کر چکے ہو تو فوراً قرآن کی طرف لوٹ آؤ اور جوانمردی کے ساتھ فانی دنیا اور اس کے مال ومتاع وکاروبار کو چھوڑ کر شاعر کا قول سنو

یا من بدنیاه اشتغل ۔۔۔ وغره طول الأمل

الموت یأتی بغتة ۔۔۔ والقبر صندوق العمل

”اے وہ شخص جو دنیا میں مشغول ہے اور لمبی امیدوں نے اس کو دھوکے میں ڈالا

ہوا ہے یاد رکھ موت اچانک آتی ہے اور قبر اعمال کا صندوق ہے“ ......اور شاعر کے قول کو غور سے سن و پڑھ

فکن رجلا رجله في الثرى　　　وهامة همته في الثريا

”ایسا آدمی بن کہ اس کا پاؤں تو زمین پر ہو اور اس کی ذہنی افتاد اوج ثریا میں ہو“......اور لمبی زندگی کی امید نہ رکھ کیونکہ یہ دھوکا ہے۔ بقول شاعر

يعمر واحدا فيغر قوما　　　وينسى من يموت من الشباب

”کسی کی عمر لمبی ہوتی ہے تو قوم کو اس کی عمر کا لمبا ہونا دھوکا دیتا ہے اور بھول جاتے ہیں اس شخص کو جو جوانی میں ہی مر گیا“۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے ساتھ سچی محبت رکھنے اور اسے بار بار پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۴۔ <u>قرآن مجید کو دل لگی سے جب تک چاہو پڑھو لیکن اختلاف نہ کرو</u>

قرآن مجید کی تلاوت کی مٹھاس اتنی ہے کہ جتنا بھی پڑھو انسان سیر نہیں ہوتا بلکہ اور ہی زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وخير جليس لا يمل حديثه　　　وترداده يزداد فيه تجملا

”قرآن مجید بہترین ساتھی ہے جس کی تلاوت میں کبھی بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی اور اس کا بار بار پڑھنا اس کے جمال میں اضافے کا سبب بنتا ہے“......لیکن جب تلک دل پسندی سے پڑھتے رہو تو ٹھیک ہے جب اختلاف کی نوبت آئے تو اٹھ جانا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (اقرؤا القرآن ما ائتلفت عليه قلوبكم فإذا اختلفتم فيه فقوموا) [البخاری ۵۰۶۰ وصحیح الجامع ۱۱۶۶]

”قرآن مجید کی تلاوت اس وقت تک کرو جب تلک دل اس پر مائل رہیں اور جب تم

اس میں اختلاف کرو تو پھر اٹھ جایا کرو‘‘...... کیونکہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنے سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا تھا (نهى عن الجدال في القرآن) [صحيح الجامع ۶۸۷۳ والصحيحة ۲۴۱۹] ’’رسول کریم ﷺ نے قرآن مجید میں جدال سے منع فرمایا تھا‘‘...... کیونکہ جھگڑا پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جب قرآنی معاملات میں تجاہل برتا جائے۔ ایک شخص اونچی پڑھتا ہے دوسرا آہستہ پڑھتا ہے تو ایک قراءت سبعہ وعشرہ (سبعہ احرف) میں پڑھتا ہے دوسرا جہالت کی بنیاد پر اختلاف وانکار کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إنما هلك من كان قبلكم باختلافهم في الكتاب) [صحيح الجامع ۲۳۷۴ ومختصر مسلم ۲۱۲۱] ’’تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے‘‘......اور فرمایا (اقرؤوا كما علمتم فإنما أهلك من كان قبلكم اختلافهم على أنبياء هم) [صحيح الجامع ۱۱۷۱ والصحيحة ۱۵۲۲] ’’جیسے تم کو پڑھایا گیا ہے اسی طرح پڑھو بلاشبہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء پر اختلاف کیوجہ سے ہلاک ہوئے‘‘......یعنی جو نبی لے کر آیا ہے اس میں نہ شک کرو اور نہ ہی جھگڑا کرو اور نبی کیا لے کر آیا ہے جس میں جھگڑا نہیں کرنا وہ سبعہ احرف (قراءات عشرہ) ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (اقرؤوا القرآن على سبعة أحرف فأيما قرأتم أصبتم ولا تماروا فيه فإن المراء فيه كفر) [صحيح الجامع ۱۱۶۳ والصحيحة ۱۵۲۲] ’’قرآن مجید کو سات حروف (قراءات عشرہ) میں پڑھو جو بھی ان میں سے پڑھو گے صحت کو پہنچ جاؤ گے اور اس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ اس میں جھگڑنا کفر ہے‘‘......اور فرمایا (القرآن يقرأ على سبعة أحرف فلا تماروا في القرآن فإن مراء في القرآن كفر) [صحيح الجامع ۴۴۴۴ والروض النضير ۱۱۲۴] ’’قرآن مجید سات حروف میں پڑھا جاتا

ہے (اور جائے گا کیونکہ صیغہ مستقبل اور حال دونوں کیلئے ہے) پس اس کے قرآن میں ہونے میں جھگڑا نہ کرو اس کے قرآن ہونے میں جھگڑا کرنا کفر ہے'' ...... اور ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (المراء فی القرآن کفر) [صحیح الجامع ٦٦٨٧ والروض النضیر ١١٢٤، ١١٢٥] ''قرآن مجید میں جھگڑنا کفر ہے'' ......اور فرمایا اور سختی سے ڈانٹا (لا تجادلوا فی القرآن فإن جدالا فیه کفر) [صحیح الجامع ٧٢٢٣ والصحیحة ٢٤١٩] ''قرآن مجید میں جدال نہ کیا کرو کیونکہ اس میں جدال کرنا کفر ہے'' ......لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ! اگر اس کو قرآن مجید کی بات بتلائی جائے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے اور پھر اپنی تعصب کی آگ کو یوں اگلتا ہے کہ تم ہر کام قرآن مجید کے مطابق کرتے ہو؟ جو بزرگوں نے دین ہمیں دیا ہے وہ بھی تو قرآن ہی ہے ہم اگر کسی سے مانگتے ہیں تو اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ ہماری سفارش کریں گے اور ہم کوئی قرآن کے منکر ہیں ہم اس کی عزت کرتے ہیں اس کو چومتے ہیں اور بہترین غلاف میں رکھا ہوا ہے'' ...... حالانکہ میرے مسلمان بھائی! قرآن مجید تو آیا ہی رشد وہدایت کیلئے ہے اور انسان کی زندگی کو سنوارنے کیلئے ہے اور اگر مانگنا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگو اور قرآن مجید کی تلاوت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری ضروریات پوری فرمائیں گے۔اور ذرا سوچنا کہیں کسی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے شرک کی سند نہ لے لینا اور قیامت کو پھر پچھتانا پڑے اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہی مانگو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (اقرؤوا القرآن وسلوا اللہ به قبل أن یأتی قوم یقرؤون القرآن فیسألون به الناس) [صحیح الجامع ١١٦٩ والصحیحة ٢٥٩ والترمذی ٢٩١٧ وأحمد ٤/٤٣٢] ''قرآن مجید کو پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو اس سے قبل کہ ایسی قوم آئے جو قرآن مجید کو پڑھیں گے اور لوگوں سے اس قرآن کے ساتھ

مانگیں گے“ ...... تو اس حدیث میں ان علماء وقراء کیلئے لمحہ فکر یہ ہے جو تقریر وتلاوت کرنے کیلئے گھر سے شرط لگا کر جاتے ہیں کہ اتنے پیسے دو گے تو آؤں گا حالانکہ یہ مال تو فانی ہے اور قرآن کی دولت لافانی ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے سختی سے منع فرمایا تھا (اقرؤوا القرآن وابتغوا به الله تعالیٰ من قبل أن يأتي قوم يقيمونه إقامة القدح يتعجلونه ولا يتأجلونه) [صحيح الجامع ١١٦٧ والصحيحة ٢٥٩] ”قرآن مجید کو پڑھو اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو اس سے پہلے کہ ایسی قوم آئے جو قرآن مجید کو نوک وپر کے بغیر تیر کی طرح کھڑا کریں اور اس کی (جزا کی) جلدی کریں اور تاخیر نہ کریں“ ...... یعنی دنیا میں ہی اس کا بدلہ لینا چاہیں آخرت کا انتظار نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو محبت سے پڑھنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۵۔ قرآن مجید کی تلاوت سے کسی کو بیزار نہ کریں اور نہ ہی رکوع وسجدہ میں پڑھیں

قرآن مجید ایک عظیم نعمت ہے اس لئے اس کی قدر کرنا اور کروانا ضروری ہے یہ نہیں کہ جنکے دل بندھوں اور بیزاری کا اظہار کریں تو ان کے پاس قرآن پڑھا جائے نہیں ان کو پہلے اس پر قائل کیا جائے ان کو اس کی عظمت بیان کی جائے یہ نہ ہو کہ وہ اپنی جہالت کی بناء پر اس کا انکار کرے یا بے حرمتی کرے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ (حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذب الله ورسوله) [البخاری باب رقم ٤٩] ”لوگوں کو وہی کچھ بیان کرو جو وہ جانتے پہچانتے ہیں کیا تم چاہتے ہو (ایسی چیز بیان کرکے جو وہ نہیں جانتے) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا جائے“ ...... اس لئے قرآن مجید کی تلاوت اونچی وہاں کی جائے جہاں باقی بھی اونچی پڑھ رہے ہیں وگرنہ آہستہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (ألا إن

کلکم مناج ربہ فلا یؤذین بعضکم بعضاً و لا یرفع بعضکم علی بعض فی القراءۃ) [صحیح الجامع ۲۶۳۹] ”خبردار! تم میں سے ہر ایک اپنے رب سے مناجات کرتا ہے پس تمہارا بعض دوسرے کو تکلیف نہ دے اور نہ ہی قراءت میں تم میں سے بعض دوسروں پر اونچی آواز کریں“...... کیونکہ قراءت کا اونچا کرنا اس کا الگ ثواب ہے اور آہستہ کرنا اس کا بھی ثواب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (الجاهر بالقرآن كالجاهر بالصدقة و المسر بالقرآن كالمسر بالصدقة) [صحیح الجامع ۳۱۰۵] ”قرآن مجید کو اونچی پڑھنے والا ایسے ہے جیسے صدقہ کو ظاہر کر کے کیا جائے (تاکہ دوسرے لوگ بھی کریں) اور چھپا کر (آہستہ) پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ چھپا کر صدقہ کرنے والا ہے (تاکہ ریاکاری سے بچے)“...... لیکن یہ قدرتی مزاج بنے ہوئے ہیں کوئی اونچا پڑھے تو اسے یاد ہوتا ہے کوئی آہستہ پڑھے تو اسے یاد ہوتا ہے لیکن مقصود دونوں کا ایک ہے کہ قرآن مجید بھولے نہیں لیکن بھولنے کے معاملہ میں بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ نہیں کہنا چاہیے میں بھول گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (بئسما لأحدكم أن يقول نسيت آية كيت كيت بل هو نسي) [البخاری ۵۰۳۲، ۵۰۳۹ وصحیح الجامع ۲۸۴۷، ۷۷۶۰] ”یہ بری بات ہے کہ تم میں کوئی یہ کہے کہ میں فلاں آیت اس اس طرح بھول گیا بلکہ وہ تو بھلایا گیا ہے (اس کے عدم اہتمام اور گناہوں کی وجہ سے)“...... لیکن پھر اس بھولنے کو لوگ عزت کا مسئلہ بناتے ہیں اور کئی ممنوع کام کرتے ہیں مثلاً قرآن وحفاظ نماز تراویح میں بھولے تو اس کی تصحیح کو پیچھے سے مقتدی پیش کرے تو ناراض ہو جاتے ہیں یا پھر خود ہی رکوع میں چلے گئے اور بجائے رکوع وسجدہ کی دعاؤں کے، وہ اپنی منزل دہراتے ہیں جو کہ جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (ألا وإني نهيت أن أقرأ القرآن

راکعا أو ساجدا فالرکوع فعظموا فیه الرب وأما السجود فاجتهدوا فی الدعاء فقمن أن یستجاب لکم) [صحیح الجامع ۲۷۴۶، الإرواء ۲۵۳۹]

”خبردار! میں رکوع وسجدے کی حالت میں قرآن مجید پڑھنے سے منع کیا گیا ہوں۔ پس رکوع میں رب کی تعظیم بیان کرو اور سجدے میں دعائیں زیادہ کرو اور یہ زیادہ لائق ہے کہ تمہارے لئے قبول کی جائیں“ ...... (کیونکہ بندہ اپنے رب کے قریب سب سے زیادہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے)[مسلم ۴۸۲] تو اس لئے میرے مسلمان بھائی! اپنی عزت کو بنانے کیلئے یہ غلط کام نہیں کرنا بلکہ اگر رات کو تراویح پڑھانی تو پورا دن بجائے سونے اور کھیلنے اور دنیاوی کاموں کے قرآن کو یاد کرو پھر بھی اگر غلطی آ گئی ہے تو کوئی بات نہیں جن پر وحی نازل ہوتی تھی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں بھلا دیا جاتا ہوں اس لئے محنت وجدو جہد تیرا فرض ہے اور عزت اللہ تعالیٰ نے دینی ہے بندوں نے نہیں۔

الغرض! قرآن مجید کا دوسرا حق یہ ہے کہ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور خوش الحانی سے پڑھا جائے اور یاد کرے اور بار بار دل لگی سے پڑھا جائے اس میں اختلاف نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(تیسرا حق)

قرآن مجید کو سمجھا جائے

قرآن مجید کا ہر مسلمان پر تیسرا حق یہ ہے کہ جس صدق نیت سے اس پر ایمان لایا تھا اور اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا تھا اسی جوش وجذبہ کے ساتھ اس کو سمجھے لیکن یہ سمجھ بھی اسی طرح صدق نیت سے ہو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وافعال وتقریرات کی روشنی میں سمجھا تب ہی یہ قرآن مجید کی سمجھ کامرانی ورضائے باری تعالیٰ کا موجب بن سکتی ہے۔ لیکن اگر فہم میں بھی عقل ودانش کے گھوڑے دوڑائے اور تاویلات سے کام لیا تو یہ فہم بھی اس کو عذاب جہنم سے نہیں بچا سکے گی۔ اور اکثر فرقے اسی لئے گمراہ ہوئے کہ انہوں نے علم وفہم لیا تو کسی غرض خاص کیلئے جیسا کہ ابن الجوزی نے کہا تھا:

إني رأيت الناس في دهرنا ... لا يطلبون العلم للعلم

إلا مباحلة لأخوالهم ... وحجة للخصم والظلم

"میں نے اپنے زمانے کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ علم (تعلیمات وعرفان ومعرفت کیلئے نہیں) علم کیلئے نہیں طلب کرتے بلکہ اپنے (اخوال) رشتہ داروں کے فخر اور مخالف کیلئے حجت وظلم کیلئے طلب کرتے (سیکھتے) ہیں" ...... حالانکہ قرآن فہمی ایک ایسا عظیم اور انمول علم ہے کہ اس کے حاصل ہو جانے کے بعد انسان جہالتوں اور خرافات کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر ایک روشن اور مشاہداتی زندگی میں آجاتا ہے اور پھر اس کا عقیدہ ٹھوس بنیادوں پر قائم ہوجاتا ہے جس میں تزلزل نہیں آسکتا ہے اس لئے کہ فہم قرآن یا تفقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر خاص انعام ہوتا ہے جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الخير عادة والشر لجاجة

ومن یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین) [صحیح الجامع ۳۳۴۸، ۶۶۱۱، ۶۶۱۲، والبخاری ۷۱، والصحیحۃ ۶۵۱، وابن ماجہ ۲۲۰، ۲۲۱] ''بھلائی یہ عادت (حسنہ) ہے اور برائی لجاجت (دشمنی میں مداومت، جھگڑا اور ضد) ہے، اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کریں تو اس کو دین حنیف میں سمجھ بوجھ (فقہ) عطا فرمادیتے ہیں'' ...... تو اس حدیث میں ایک تو تفقہ فی الدین کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور کسی کے پاس فقہ فی الدین کا آجانا خیر کثیر کی نوید سناتا ہے اور جو شخص قواعد اسلام اور قرآن مجید کے بنیادی واساسی مسائل کی سمجھ بوجھ نہیں حاصل کرتا اور نہیں سیکھتا وہ خیر سے خالی ہے اور اللہ جل شانہ نے اس کو خیر سے دور کیا ہے اور بلکہ اس کے ساتھ خیر وبھلائی کا ارادہ بھی نہیں فرماتے ہیں جیسا کہ ابو یعلیٰ کی روایت ہے جس کا معنی صحیح ہے کہ (ومن لم یتفقہ فی الدین لم یبال اللہ بہ) [فتح الباری ۱/۲۱۷] ''جو دین میں تفقہ حاصل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے'' ...... اور قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے کہ ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا﴾ [الأنعام ۱۲۵] ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے سینے کو اسلام (کی سمجھ بوجھ) کیلئے کھول دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنا چاہیں تو اس کے سینے کو تنگ کر دیتے ہیں (وہ دین کی سمجھ سے عاری ہوجاتا ہے)'' ...... اسی بات کو کچھ وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے کہ ﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولٰئِكَ كَالأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [الأعراف ۱۷۹] ''اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان جہنم کیلئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ وہ فقہ حاصل (سمجھتے

نہیں) نہیں کرتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں کہ وہ ان سے سنتے نہیں یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔ یہی لوگ غافل ہیں'' ...... چنانچہ جو شخص دین کی (جس کا منبع ومصدر قرآن وحدیث ہے) سمجھ حاصل نہیں کرتا ہے وہ غافل ہے اسی لئے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ ﴾ [آل عمران ۷۹] ''رب والے بن جاؤ'' ...... کا معنی بیان کیا ''حکماء وفقہاء'' یعنی حکیم اور دین کے فقیہ بن جاؤ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (تفقهوا قبل أن تسودوا) [فتح الباری ۱/۲۱۸] ''سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو (فقیہ بنو دین کی گہری سمجھ حاصل کرو)'' ...... اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد فوراً فرمایا کہ (وبعد أن تسودوا) سردار بننے کے بعد بھی فقہ حاصل کرو اسلئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی ادھیڑ عمروں میں بھی دین کی فقاہت حاصل کی اور قرآن مجید تو حقیقت میں نازل ہی اس لئے ہوا کہ ایمان وتلاوت کے بعد اسے سمجھ کر عمل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ قرآن بار بار عقل والوں کو اور اہل لباب کو مخاطب کرتا ہے اور أولوا الألباب وقوم یعقلون کہہ کر دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ ﴿ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [یونس ۲۴] ''اسی طرح ہم تفکر کرنے والوں کیلئے (اپنی) آیات (نشانیاں) کھول کر بیان کرتے ہیں'' ...... اور فرمایا ﴿ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ [النحل ۴۴] ''اور ہم نے تیری طرف ذکر (قرآن مجید) کو اتارا تا کہ جو لوگوں کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کو بیان کردو تا کہ وہ تفکر (غور وفکر) کریں'' ...... اور فرمایا ﴿ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾ [البقرة ۲۴۲] ''اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو بیان کرتا ہے تا کہ تم عقل کرو (عقل حاصل کرو)'' ...... اور فرمایا ﴿ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُونَ ﴾ [الزخرف ۳] ''ہم نے اسے قرآن عربی (زبان میں) بنا کر اتارا تا کہ تم اسے سمجھو''...... مذکورہ آیات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اہل تفکر و تعقل و تدبر انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اور قرآن مجید کیلئے عربی زبان کا اختیار کرنا اسی لئے تھا کہ عقل و دانش روشن ہو جائے اور تدبر و تفقہ کی کھڑکیاں کھل جائیں اور اسی تدبر کیلئے بار بار اسی قرآن مجید میں دعوت دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے ﴿ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴾ [ص ۲۹] ''یہ کتاب مبارک (قرآن مجید) جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اور سمجھدار لوگ نصیحت حاصل کریں''...... تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کا مقصد اعظم ایمان لانے کے بعد اس کو پڑھ کر سمجھنا ہے تا کہ عمل کے مدارج اور جملہ وادیاں طے کی جا سکیں لیکن اگر سمجھے گا ہی نہیں تو پھر عمل کیسے کرے گا؟ اسی لئے جو لوگ قرآن مجید میں اختلاف کرتے تھے ان کو ڈانٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ [النساء ۸۲] ''کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے؟ اور اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہ ہوتا تو اس میں وہ بڑا اختلاف پاتے''...... لیکن اختلاف کا نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور کسی چیز کے اختلاف کا ادراک بغیر تدبر کے ممکن نہیں۔ اس لئے حقانیت کو پانے کیلئے تدبر کو جزو لاینفک کی حیثیت دے کر عقل و خرد پر لگے تالے توڑنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے ﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [محمد ۲۴] ''کیا یہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر قفل (تالے) لگے ہوئے ہیں''...... کیسا زجر کا انداز ہے اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا کہ وہ دس آیتیں پڑھتے تو جب تک اس

کے معانی نہ سمجھ لیتے آگے نہ بڑھتے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (كان الرجل منا إذا تعلم عشر آيات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل بهن) [تفسير الطبرى ۱/۸۰ بتحقيق أحمد شاكر، وتحفة الأخيار ۵۱۸۰، ۵۱۷۹ والحاكم ۱/۵۵۷] ''ہم سے جو آدمی دس آئتیں سیکھتا تو جب تک اس کے معانی نہ جان لیتا اور اس پر عمل نہ کر لیتا آگے نہ بڑھتا (یعنی ان کو اچھی طرح سمجھتا اور عمل کرتا پھر اس کے بعد دوسری آیات سیکھتا)''...... پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دینی فقاہت کی عظمت واہمیت کو اپنے قول سے یوں سمجھایا کہ (فقيه واحد أشد على الشيطان من ألف عابد) [ابن ماجه ۲۲۲ والترمذى ۲۶۸۱] ایک فقیہ ۱۰۰۰ عبادت گزاروں سے بڑھ کر شیطان پر بھاری (شدید) ہوتا ہے''...... اور ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ میرے صحابیو! (إن الناس لكم تبع وإن رجالا يأتونكم من أقطار الأرض يتفقهون فى الدين فإذا أتوكم فاستوصوا بهم خيرا) [الترمذى ۲۶۵۰، وابن ماجه ۲۴۹] ''لوگ تمہارے تابع ہیں دنیا کے مختلف کونوں سے لوگ تمہارے پاس دین کی فقاہت لینے آئیں گے پس جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کرنا (اچھی وصیت کرنا)''۔

چنانچہ اسی فہم قرآن وفقاہت قرآن کی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چیدہ چیدہ صحابہ کو دعا بھی دی جن میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء گئے تو میں نے پانی رکھا تو پوچھنے لگے کس نے رکھا ہے؟ تو بتلایا گیا کہ ابن عباسؓ نے تو اس ادب اسلامی اور فقہ اسلامی کو دیکھ کر دعا دی (اللهم فقهه فى الدين) [البخارى ۱۴۳] ''اے اللہ اس کو دین میں فقیہ بنا''...... تو ان کی دعا کا ہی نتیجہ تھا کہ پوری امت محمدیہ کے بڑے ترجمان القرآن ابن عباس بنے''...... حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فقاہت کو اچھائی وبھلائی کا معیار

ومناط بنایا چنانچہ فرماتے ہیں (خیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الإسلام إذا فقهوا) [صحیح الجامع ۳۲۶۷ ومختصر مسلم ۱۶۱۵] ”تم میں سے جو لوگ دور جاہلیت میں سب سے اچھے تھے وہی اسلام میں بھی سب سے اچھے ہیں بشرطیکہ دین میں فقیہ بن جائیں“ ...... دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں اور حتیٰ کہ بہترین اسلام کو فقاہت کے ساتھ معلق ومقید کیا اور فرمایا (خیرکم إسلاما أحسانکم أخلاقا إذا فقهوا) [صحیح الجامع ۳۳۱۲ والصحیحة ۳۵۴۷] ”تم میں سے بہترین اسلام والا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور وہ فقیہ ہو“ ......یعنی اسلام کے بعد اچھے اخلاق کے ساتھ جب فقاہت شامل ہوگی اس وقت بہترین اسلام کی صورت واضح ہوگی پھر وہ اخلاق کو چاپلوسی اور مداہنت سے بچائے گا وہ اپنے کے ساتھ نرم اور کافر کے ساتھ گرم ہوکر ﴿أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ کی عملی تفسیر بن جائے گا اور کسی غلط آدمی کی چاپلوسی اور مداہنت کر کے رب تعالیٰ کو ناراض نہیں کرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (إذا قال الرجل للمنافق یا سیدی فقد أغضب ربه) [صحیح الجامع ۷۱۱ والصحیحة ۳۷۱، ۱۳۸۹] ”جب کوئی شخص منافق کو یا سیدی (اے میرے سردار) کہہ دے تو گویا اس نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے“ ......اس لئے فقہ فی الدین اور حسن تعامل لازم وملزوم چیز ہیں چنانچہ اسی لئے اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں باقاعدہ اہتمام کے ساتھ ایسی جماعت ایسا گروہ تیار کرنے کو کہا ہے جو صرف قرآن مجید وسنت رسول کی فقاہت حاصل کرے اور پھر آگے پہنچائے چنانچہ ارشاد ربانی ہے ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ [التوبة ۱۲۲] ”اور مومنوں کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ سب کے سب (جہاد کیلئے) نکل

کھڑے ہوں پس کیوں نہیں ایسا ہوتا کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت دین کی سمجھ بوجھ (فقاہت) کیلئے جایا کرے اور جب اپنی قوم کی طرف لوٹیں تو ان کو ڈرایا کریں تاکہ وہ ڈر جائیں" ...... تو اس آیت میں بھی فقاہت کے حصول کیلئے قرآن مجید میں تدبر وتفکر وغور وخوض کرنے کیلئے اس کو سمجھنے کیلئے باقاعدہ طور پر جماعت کا تقاضا کیا گیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ تو انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن مجید میں تفکر کرتے تھے اور اس کو سمجھاتے تھے چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ مجھے ایک دن کہا کہ ذرا مجھے رب کی عبادت کرنے دو تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے آپ کی قربت بڑی اچھی لگتی ہے لیکن جو چیز آپ کو پسند ہو وہ بھی مجھے پیاری لگتی ہے تو کھڑے ہوئے اور وضو کیا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اتنا روئے کہ ان کی جھولی بھیگ گئی پھر روئے حتیٰ کہ زمین بھیگ گئی تو بلال آئے جب روتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف کیا ہوا ہے تو فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور فرمایا (لقد نزلت علی الليلة آيات ويل لمن قرأها ولم يتفكر فيها إن في خلق السموات والأرض) [الصحيحة ٦٨ وصحيح ابن حبان ٥٢٣] "کہ آج رات میرے اوپر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جو اس کو پڑھے اور پھر اس میں تفکر وغور وفکر نہ کرے وہ آیات یہ ہیں ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [آل عمران] "بے شک زمین وآسمان کی تخلیق اور دن رات کے (آگے پیچھے) اختلاف میں البتہ عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں تو میرے بھائی! تفکر کرنے کیلئے انسان بار بار پڑھے گا تو ایک تو ثواب میں اضافہ اور دوسرا کوئی بھی صاحب فکر جو خرد کی کسی گتھی کو سلجھانے میں مگن ہوتا ہے اور سخت

الجھن میں ہوتا ہے تو اس غور وفکر اور بار بار پڑھنے سے اس کی فوری گتھی سلجھ جائے گی اور الجھن کا حل ہوجائے گا اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا تھا:

تفقه فإن الفقه أعظم قائد إلى البر والتقوىٰ وأعدل قاصد

فإن فقيه واحدا متورعا أشد على الشيطان من ألف عابد

"فقہ فی الدین حاصل کرو کیونکہ دین میں سمجھ بوجھ (جس کا منبع ومصدر قرآن مجید وسنتِ رسول ﷺ ہے) بہت بڑا قائد ہے جو کہ نیکی اور تقویٰ کی طرف لیجاتا ہے اور بہت ہی عدل والا قاصد ہے بے شک ایک نیک فقیہ ایک ہزار عبادت گزاروں سے بھی شیطان پر بھاری اور شدید ہوتا ہے" ...... لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ اسکو دین سمجھنے کی فرصت ہی نہیں۔ فرصت ہے تو لوگوں کی دعوتوں پر جانے کی سیر کرنے کی اور دوستوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کی اور فخر مفاخرت کیلئے تعلق جوڑنے کی حالانکہ لوگوں کی ملاقاتیں اسے نہ دنیا میں عزت دے سکتی ہیں نہ آخرت میں۔ اسلیئے کسی نے کہا تھا

لقاء الناس ليس يفيد شيئا سوى الهذيان من قيل وقال

فأقلل من لقاء الناس إلا لأخذ العلم أو إصلاح حال

"لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی سوائے قیل وقال (باتوں کی) کی شرمندگی کے پس لوگوں کی ملاقات کم کردے سوائے اس کے کہ اگر علم سیکھنا ہو یا پھر احوال کی اصلاح کرنی ہو" ...... لیکن علم وعرفان وحکمت کا علم سیکھنا تو دور الٹا طعنے دیتے ہیں کہ کیا سارے لوگ دیندار ہی ہیں؟ کیا سارے صحابہ پڑھے لکھے تھے؟ تو اس علم کے ساتھ بغض وحسد وعداوت کوسن کر شاعر بول اٹھا

تعيرنا أنا قليل عديدنا فقلت له إن الكرام قليل

"تو ہمیں یہ عار دلاتا ہے کہ ہماری قلت ہے تو یاد رکھ اہل کرم تھوڑے ہی ہوتے

ہیں''...... لیکن اس کو کیا یہ تو اپنی اداؤں میں مگن ہے آخرت کو بھول کر دنیا کی کمالیات اور زیب وزینت کی حقیقت کے خواب دیکھتا ہے اور کہتا کہ اب ہم مکان بھی نہ بنائیں؟ تو پھر کیا جنگل میں چلے جائیں؟ یہ بھی کوئی اسلام نہیں کہ انسان اپنا گھر بھی نہ بنائے اور روزی بھی نہ کمائے تو شاعر نے اس خفیف فکر کو سن کر انتہائی غمگین اور آہستگی سے کہا

یا بانی الدار المعد لها ماذا عملت لدارک الأخری

وممهد الفرش الوثیرة لا تغفل فراش الرقدة الکبری

''اے بلڈنگوں (کوٹھیوں) کو بنانے اور سیدھا کرنے والے اپنے آخری گھر کے بارے تو نے کیا عمل کیا ہے؟ اور اے قالینوں کے بچھانے والے بڑی نیند (قبر کی نیند) کے قالینوں سے غافل نہ ہو''...... (عمل کرو گے تو وہاں قالین ملیں گے وگرنہ وہ بری بھیانک چیز ہے اور دیکھنا کہیں منزلیں بناتا ہی اپنی عاقبت کو جا پہنچے اور ان میں بسیرا کرنے کا موقع ہی نہ ملے اور تو منزلیں تعمیر کرتا پھرے اور اسی حالت میں اٹھایا جائے یا پھر دنیا کے لچر قسم کے کھیل وڈراموں یا محفلوں میں مشغول ہو تمہیں موت آجائے تو قیامت کو اسی حالت میں اٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (من مات علی شیء بعثه الله علیه) [الصحیحة ۲۸۳] ''جو جس چیز پر مرتا ہے اسی پر اٹھایا جائے گا''...... اور پھر کیا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں کہ میں نے تو شراب وکباب کی محفل پہلی ہی مرتبہ اٹینڈ کی تھی میں نے تو یہ کھیل پہلی ہی مرتبہ کھیلا تھا اس وقت کوئی عذر قبول نہیں ہوگا اس لئے اے میرے مسلمان بھائی! عمل کر لے دین کی سمجھ حاصل کر لے اگر سمجھ نہ ہوگی تو عمل بھی ممکن نہیں اور دنیا کے فتنوں سے بچ جا بقول شاعر

اعمل وأنت من الدنیا علی حذر واعلم بأنک بعد الموت مبعوث

واعلم بأنک ما قدمت من عمل محصی علیک وما خلفت موروث

"عمل کرلو اور دنیا سے بچ کر رہنا اور جان لو کہ موت کے بعد تجھے اٹھایا جائے گا اور یہ بھی جان لو جو عمل تو آگے بھیجے گا اس کا حساب ہوگا اور جو مال ومتاع چھوڑ جائے گا وہ تو وراثت بن جائے گی"...... پھر اس مال کے جمع کرنے کا کیا فائدہ جو تیرے کام نہ آسکے اس لئے بچے کی پیدائش اور بندے کی وفات کے وقت دونوں ہاتھوں کے بندھ جانے پر غور کر اور عبرت حاصل کر کے جب بچہ پیدا ہوا ہے اس کے دونوں ہاتھ مقبوض ہوتے ہیں اور جب اس دنیا سے جاتا ہے تو پھر بھی یہی حالت ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے پوچھا تو حکیم نے جواب دیا

مقبوض کف المرء عند ولادة   دليل على الحرص المركب في الحي

ومقبوض كف المرء عند وفاته   يقول انظروا إني خرجت بلا شيء

"ولادت کے وقت بندے کے دونوں ہاتھوں کا بندھا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندگی کی سواری پر حریص ہے اور موت کے وقت دونوں ہاتھوں کا بندھا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ مردہ کہہ رہا ہے کہ دیکھو میں اس زندگی کے گھر سے بغیر کسی چیز کے (خالی ہاتھ) جارہا ہوں"...... اس لئے میرے بھائی! دین کی تعلیم سیکھو قرآن مجید کو سمجھو اس پر غور وفکر کرو اگر پڑھو گے تو عالم بنو گے کیونکہ کوئی بھی شخص علامہ پیدائشی نہیں ہوسکتا بقول شاعر

تعلم فليس المرء يولد عالما   وليس أخو علم كمن هو جاهل

وإن كبير القوم لا علم عنده   صغر إذا التفت عليه المحافل

"تعلیم حاصل کرو کیونکہ کوئی بھی بندہ عالم پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی علم والا جاہل جیسا ہوتا ہے اور کسی قوم کا سردار جب اس کے پاس علم نہ ہو تو محافل میں وہ چھوٹا ہو جاتا ہے (عدم علم کی وجہ سے)"...... لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان پر کہ وہ اگر علم کی طرف رخ

کرتا ہے تو وہ بھی غلیظ اور دنیا کا علم جس کا آخرت میں کچھ فائدہ نہیں ہوگا کوئی صوفیت اور مراقبے ومکاشفے کا علم سیکھتا ہے اور دنیا میں پیٹ کا جہنم پر کرتا ہے اور عاقبت خراب کر بیٹھتا ہے اور کوئی موسیقی اور ڈانسنگ اور انگریزی علوم سیکھتا ہے جس سے خود تو لچرانہ زندگی بسر کرتا ہے اوروں کو بھی اس گناہ بے لذت کی دعوت دیتا ہے کیونکہ انجینئرنگ وبیالوجی وکیمیا کی علوم سیکھتے وقت اسے دنیا کی ترقی اور امیری کا نشہ ہوتا ہے دین کی بلندی کا احساس نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ایم اے انگلش کیا دسیوں کورسز کرتا ہے لیکن فاتحہ کا ترجمہ نہیں آتا آخر قیامت کو یہ کیا جواب دے گا اور کیا عذر پیش کرے گا کوئی بھی چیز جب اسلام کی بلندی کیلئے کی جائے دین کیلئے کی جائے وہ ثمر آور ہوتی ہے یہ زبانیں فی ذاتہ بری نہیں بلکہ کثرت لغات تو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کی نشانی ہیں لیکن ان کو سیکھو تو اس لئے کہ اسلام کو اس زبان میں بھی پھیلائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زید بن ثابت کو حکم دیا تھا کہ (تعلم كتاب اليهود فإني لا آمنهم على كتابنا) [الصحيحة ۱۸۷] ''یہودیوں کی زبان سیکھو کیونکہ میں ان کے بارے میں امن میں نہیں کہ وہ ہماری کتاب (قرآن مجید) میں (اپنی زبان میں) غلط بیان کریں'' ...... چنانچہ زید بن ثابت نے صرف ۱۷ دِن میں سریانی زبان سیکھی اور فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے احکامات وفرامین سریانی میں لکھتا (یہودیوں کو بھجوانے کیلئے) اور ان یہودیوں کی کتابیں آپ ﷺ کو پڑھ کر سناتا۔ لیکن یہ زبان یا اس طرح کی غیر اسلامی زبانیں صرف وہ ہی سیکھے جو دین میں پختہ ہو وگرنہ وہ اسی زبان کی رو میں بہہ کر دین سے دور چلا جائے گا کیونکہ اس کا اختلاط پھر اسی زبان والوں کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو اس لئے حکم دیا تھا کہ جیسا کہ روایت میں ہے کہ (إني أكتب إلى قوم فأخاف أن يزيدوا على وينقصوا) میں قوم یہود کی طرف لکھا کرتا تھا تو

مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں میری بات کو مجھ پر بڑھا یا گھٹا نہ دیں (جس سے معنی کا فساد لازم آئے گا) اس لئے سریانی زبان سیکھی اور کسی کی زبان بھی اس لئے سیکھی جاتی ہے کہ (من تعلم لسان قوم أمن من مکرھم) ''جو کسی قوم کی زبان سیکھتا ہے وہ ان کے مکروفریب سے سلامت رہتا ہے''...... اس لئے اگر سیکھنا ہے تو دینی علم سیکھو اور اگر ضرورت ہو تو دین کی سربلندی کیلئے دوسرے علم بھی سیکھے جا سکتے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گزری۔ لیکن چونکہ آج کا مسلمان افق فکری سے عاری ہوتا جا رہا ہے اس لئے عبرت نہیں پکڑتا حالانکہ ہر چیز میں عبرت ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا تھا

إذا المرء کانت له فکرة ففی کل شیء له عبرة

''جب آدمی صاحب فکر ہو تو اس کیلئے ہر چیز میں عبرت ہوتی ہے''...... اس لئے اے میرے بھائی! آج سے ہمت باندھ اور دین جس کا منبع ومصدر قرآن وسنت ہے اس کی فہم حاصل کر اور اس طرح اس کو سمجھ جس طرح نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سمجھایا تھا اور یاد کر کہ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ [القمر ١٧، ٢٢، ٣٢، ٤٠] چار مرتبہ کہہ کر کہ ''ہم نے قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے''...... تیرے لیے فہم وفقہ کے راستے ہموار کر دیئے ہیں اس لئے بقول شاعر

فکن رجلا رجله فی الثری وھامة ھمته فی الثریا

''ایسا آدمی بن کہ اس کا پاؤں تو زمین پر ہو اور اس کی ذہنی افتاد اوج ثریا کو چھو رہی ہو''...... اور یاد رکھو کہ قرآن مجید کا فہم اور اس کی سمجھ بوجھ میں تیری نجات اور عزت ہے غیروں کی غیر اسلامی زبان سیکھو گے تو بے عزت ہی ہو گے عزت نہیں ملے گی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں باور کرا دیا ہے کہ ﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ

وَلَا النَّصَارٰىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ﴾ [البقرة ۱۲۰] ''اے نبی ﷺ! آپ سے یہود ونصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہونگے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جاؤ گے''......عزت کی تلاش اسلام میں کرو جو کامل دین ہے جس کی زبان سب سے اعلیٰ (عربی) ہے۔اور اسی بات کی وضاحت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو کی تھی کہ (إنا كنا أذلّ قوم فأعزنا الله بالإسلام فمهما نطلب العز بغير ما أعزنا الله به أذلنا الله) [الصحيحة ۵۱] ''ہم ذلیل قوم تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام سے عزت دی اور جب بھی ہم اسلام کے علاوہ عزت تلاش کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے گا''......اور فرمایا (إن الله أعزكم بالإسلام فمهما طلبتم العز في غيره أذلكم) [تاريخ الطبری ۲/۴۴۸ والكامل ۲/۳۴۹ والبداية ۱۲۵/۵ وصيد الخاطر ۲۶۰] ''تمہیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ عزت دی تم نے جب بھی اس کے بغیر عزت طلب کی تمہیں ذلیل کر دے گا''......میری اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن مجید کو کما حقہ سمجھنے کی توفیق دے اور اسلام کے ساتھ ہی اپنی عزت کی حفاظت کرنے کی توفیق دے اور ذلت کے راستوں سے بچائے اور قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے اور خاتمہ بالخیر فرما کر جنت الفردوس کا وارث بنائے۔آمین

(چوتھا حق)

قرآن مجید پر عمل کیا جائے

قرآن مجید کا اس پر ایمان لانے ، اسے ترتیل سے پڑھنے اور اس میں تفکر و تدبر و تفقہ کرنے کے بعد ہر مسلمان پر یہ حق ہے کہ اس پر (یعنی اس کی تعلیمات پر) عمل پیرا ہو۔ کیونکہ اس کا ماننا اور اس کی تلاوت کرنا اور اس کی فہم رکھنا حقیقت میں اس پر عمل کرنے کے لوازمات ومبادیات واساسیات کا درجہ رکھتے ہیں۔ اصل مقصود و مطلوب تو عمل ہوتا ہے مثال کے طور پر کسی فیکٹری کا مدیر یا مالک جب اپنے ورکرز (کام کرنے والوں) کیلئے کوئی لائحہ عمل اور شیڈول تیار کرتا ہے پھر اس کو ہر ہر فرد تک پہنچاتا ہے تو ہر ورکر کا پڑھنا اور اس کا فقط سمجھ لینا کافی نہیں ہوتا بلکہ جب تلک اس میدان میں عملی کارکردگی ورکر نہیں دکھائے گا اس وقت تک اس لائحہ عمل کی حقیقت وروح سامنے نہیں آئے گی اسی طرح قرآن مجید اللہ مالک الملک کی طرف سے ہماری زندگی کا خاکہ اور ڈھانچہ ہے اور اس کے تمام خدوخال کو بیان کرنے والا ہے اور اس کے ساتھ اس کیلئے نصب العین اور (Answerbook) جوابی کاپی ہے اس لئے اگر قرآن مجید پر عمل نہ کیا اور اس کو پڑھا جائے تو یہ کوئی منتر تو ہے نہیں کہ دنیا وآخرت میں بھی ہر بلا سے بچا سکے اور اس کا فائدہ ہو سکے بلکہ اگر پڑھنے والا اس کے عمل کا منکر وانکاری ہے اور فرائض سر انجام نہیں دیتا تو وہ فائدہ کیا دین اسلام اور اس پر ایمان میں بھی جھوٹا ہے اور اس کا ایمان ہی معتبر نہیں تو فوائد کا حصول تو ایمان پر مبنی ہے اور ایمان کہتے ہی قول وعمل کو ہیں اور بعض قول وعمل اور نیت سے ایمان کی تعریف کرتے ہیں اور بعض قول وعمل واتباع سنت سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ ایمان کی تعریف صرف یہ کرنا کہ انسان ایمان قولی لے آئے عقیدہ تسلیم کر لے نعرے لگا لے تو وہ مومن ہے تو یہ ہی تو مرجیہ کا عقیدہ ہے جو عمل کو

ضروری نہیں سمجھتے اسلئے اگر ایمان صرف قول کا نام ہے تو پھر تو نبی کریم ﷺ کے چچا نے بھی کہا تھا

ولقد علمت بأن دين محمد　　　من خير أديان البرية دينا

لولا الملامة أو حذرا مسبة　　　لوجدتني سمحا بذاك مبينا

"اور تحقیق دین محمد تمام ادیان سے اچھا دین ہے اگر مجھے ملامت اور گالی کا ڈر نہ ہوتا تو میں واضح طور پر آپ کو اس کو قبول کرتا ہوا نظر آتا" ......اس لئے اگر ایمان صرف عقیدے اور دین کا زبان سے قبول کر لینے کا نام ہوتا تو چچا بھی اس کی سچائی کو مانتا تھا لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا چنانچہ سہل بن عبداللہ التستری فرماتے ہیں کہ ایمان اگر قول سے ہو بغیر عمل کے تو یہ کفر ہے اور اگر قول کے ساتھ عمل بھی ہو اور اسمیں رضائے الٰہی کی نیت نہ ہو وہ نفاق ہے اور اگر قول وعمل کے ساتھ نیت بھی اچھی ہو لیکن اتباع رسول نہیں (نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق عمل نہیں) تو بدعت ہے اس لئے ایمان کہتے ہیں زبان ودل کے ساتھ اقرار تصدیق کے اور عمل کرنے اور نیت کا خالص ہونا اور اس نیت سے عمل جو سامنے آئے وہ نبوی سنت کے مطابق ہونا [الإيمان ۱۳۷، ۱۳۸] اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (لا يؤمن أحدكم حتىٰ يكون هواه تبعا لما جئت به) [شرح السنة ۱۰۴، والسنة ۱۵، وجامع العلوم والحكم ۳۶۱] "تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواشات اس چیز کی تابع نہ ہو جائیں جسے میں لے کر آیا ہوں (قرآن وسنت)" ......تو معلوم یہ ہوا کہ قرآن مجید کے ایمان وتلاوت وتفقہ کا جو فکر ہے جب تک اس کو عمل کا لبادہ نہیں پہنایا جائے گا اس وقت تک تو اس شخص کا ایمان متحقق ہی نہیں ہوتا اس لئے قرآن مجید نے اس کیلئے ایک خاص اصطلاح "حکم" کے لفظ کے ساتھ استعمال کی ہے چنانچہ قرآن مجید میں

ایک واضح فیصلہ ہے کہ ﴿ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴾ [المائدۃ ۴۴] ''جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے (قرآن مجید) اس کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو ایسے لوگ کافر ہیں'' ...... کوئی بھی خیال یا نظریہ جب انسانی فکر میں رچ بس جائے یعنی اس کی رائے اور رائے کے مطابق اس کے دل ودماغ کا فیصلہ (جن دونوں کے ملنے سے ایک حکم سامنے آتا ہے) حکم بن جائے تو اس کا عمل خود بخود اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ مثلاً انسان ایک رائے قائم کرتا ہے کہ میں نے فلاں کے گھر شادی کرنی ہے اس رائے کو پھر دماغ میں جگہ دے کر کھنگالتا ہے جب دل ودماغ اس رائے پر متفق ہو جائیں تو وہ شخص مطلوبہ رشتہ لینے کیلئے بھاگ دوڑتا ہے اسی طرح قرآن مجید پر عمل ہو ہی اس وقت سکتا ہے جب انسان کا فکر قرآن مجید کے تابع ہو جائے اور قرآن مجید کے بیان کردہ علوم وحقائق انسان کے دل ودماغ دونوں میں جاگزیں ہو جائیں یہی وجہ تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید پڑھتے تو اس پر عمل کا حتی المقدور اہتمام کرتے اور جب تک ان آیات کے تمام علم وعمل کو اپنے اندر جذب نہ کر لیتے (اور ان کا فکر قرآن کے تابع نہ ہو جاتا) اس وقت تک آگے قدم نہ بڑھاتے۔ گویا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں حفظ قرآن اور اس کی ترتیل وفہم کا مفہوم ومدعا یہ تھا کہ قرآن مجید ان کی پوری شخصیت میں رچ بس جائے اور اس کا نور ہدایت اور عنصر عملی ان کے رگ وپے حتیٰ کہ جسم کے ریشے ریشے اور گوشے گوشے میں سرایت کر جائے اور نتیجتاً اس قرآن مجید کے الفاظ ان کے حافظے میں اور اس کی اداء ان کی زبان میں اور فہم وفراست وتعلیمات ان کے اخلاق وعادات وسیرت وکردار میں محفوظ ہو جائیں اور قرآن مجید پر مکمل صحیح معنوں میں ایمان لانے کی تکمیلی اور اتمامی کیفیت سامنے آجائے اور یہی مفہوم انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب سیرت

رسول ﷺ کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ (کان خلقه القرآن) [تحفة الأخيار ٥١٩٧، وصحيح الجامع ٤٨١١ وصحيح أبي داؤد ١٢١٣] ''آپ کی سیرت مطہرہ ومقدسہ تعلیماتِ قرآنی کا مکمل عملی نمونہ تھی'' ...... گویا کہ آپ مجسم قرآن تھے کیونکہ انہوں نے حکم الٰہی کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اور دامے، درمے، سخنے اس کو اپنا نصب العین بنایا اور قرآن مجید (حکماً عربیاً) کے وصف کیساتھ اترا اسی کے مطابق صحابہ کو تعلیم دی۔ الغرض قرآن مجید کے ایمان واستفادے کی یہی صحیح صورت ہے کہ اس کا جتنا حصہ، جتنا علم وفہم کسی کے پاس آیا ہے وہ ساتھ ساتھ اپنے اعمال وافعال وعادات واطوار وسیرت وکردار کا جزو بناتا چلا جائے اور اس طرح قرآن مجید مسلسل اسکے خلق میں سرایت کرتا چلا جائے وگرنہ اگر وہ قرآن مجید کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتا اور اس کے اوامر کے مطابق بجا آوری نہیں کرتا اور نواہی سے نہیں بچتا تو اس کا ایمان قرآن مجید سے کوسوں دور ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (ما آمن بالقرآن من استحل محارمه) [الترمذی ٢٩١٨، والمشكاة ٢٢٠٣ والترغيب ٢١١] ''جو قرآن مجید کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا'' ...... اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ (من استحل ما حرمه الله تعالىٰ في القرآن فقد كفر مطلقا) [تحفة الأحوذی ٢٣٦/٨] ''جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرے تو وہ مطلقاً کافر ہے'' ...... اس لئے قرآن مجید کے احکامات پر عمل پیرا ہونا ہدایت تامہ کی نوید سنایا ہے اور بدعملی کفر کی طرف دھکیل دیتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمناً ويمسي كافرا ويمسي مؤمناً ويصبح كافرا يبيع أحدكم دينه

بعرض من الدنيا قليل) [صحيح الجامع ٢٨١٤، والصحيحة ٧٥٨] ”اعمال (صالحہ) میں جلدی کیا کرو کیونکہ اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ہونگے حتیٰ کہ صبح کے وقت ایک شخص مومن ہوگا تو شام کو کافر اور اگر شام کو مومن ہوگا تو صبح کے وقت کافر اور وہ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے مال ومتاع کے بدلے بیچ دے گا“...... اور یہی علامت ہے قرآنی علم اور عمل کے اٹھ جانے کی جس کے بارے زیاد بن لبید بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے کسی چیز کا تذکرہ کیا اور فرمایا یہ اس وقت ہوگا جب علم اٹھ جائے گا میں نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! علم کیسے اٹھ جائے گا؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں اور اسی طرح ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے قیامت تک تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (ثكلتك أمك يا زياد! إن كنت لأراك من أفقه رجل بالمدينة أو ليس هذه اليهود والنصارىٰ يقرء ون التوراة والإنجيل لا يعملون بشيء مما فيهما) [صحيح الجامع ٦٩٩٠ وابن ماه ٤٠٤٨ واقتضاء العلم ٨٩] ”تیری ماں تجھے گم پائے اے زیاد! میں تجھے مدینے کا فقیہ آدمی سمجھتا ہوں کیا یہ یہودی اور عیسائی تورات اور انجیل نہیں پڑھاتے تھے؟ لیکن ان دونوں میں جو کچھ تھا عمل نہیں کرتے تھے“...... (اسی لئے آج ان کے پاس اصل تورات وانجیل مفقود ہے) اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی علوم آج کل ایک رواج بنتا جارہا ہے لوگ صرف قرآن کو بچوں کے سینوں میں اس لئے محفوظ کرواتے ہیں کہ ہمارے خاندان میں ایک تو حافظ قرآن ہو ہماری عزت ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا تھا (من تعلم العلم ليباهي به العلماء أو يماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله جهنم) [صحيح الجامع ٦١٥٨] ”جو شخص علماء میں فخر کیلئے یا بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑنے کیلئے یا لوگوں کے

چہروں کو اپنی طرف پھیرنے کیلئے علم سیکھتا ہے اللہ اس کو جہنم میں داخل فرمائیں گے‘‘......
اور آج ان مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے جو اپنی عزت بنانے لوگوں کی توجہ مبذول کروانے اور غلط مناظرے و جھگڑے کیلئے کوئی وکالت سیکھتا ہے کوئی کچھ ڈگری حاصل کرتا ہے اور کوئی اپنے اس غلیظ نظریے کی تسکین قرآن مجید اور علوم شرعیہ کو حاصل کرنے کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا تھا کہ (من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه إلا ليصيب به عوضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة) [صحيح الجامع ٦١٥٩] ’’جو شخص اس علم کو (جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جاتی ہے) دنیا کے مال ومتاع کیلئے سیکھتا ہے قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا‘‘...... اسی لئے سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا (لا تعلموا العلم لتباهوا به العماء أو تماروا به السفهاء ولا لتجرئوا به المجالس فمن فعل ذلك فالنار فالنار) [صحيح الجامع ٧٣٧٠، وصحيح الترغيب ١٠٢] ’’علم کو علماء کے درمیاں فخر اور بے وقوفوں کے ساتھ جھگڑنے اور مجالس میں جرات کرنے کیلئے نہ سیکھو جس نے یہ کام کیا پس آگ ہے پس آگ ہے‘‘...... اور حقیقت ہے جو علم کسی دنیوا اغراض کیلئے سیکھا گیا ہو اس کی تاثیر نہیں ہوتی وہ واقعی جہنم کا ایندھن بنائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (إن الله إذا كان يوم القيامة ينزل إلى العباد ليقضي بينهم فأول من يدعو به رجل جمع القرآن فيقول الله للقارى ألم أعلمك ما أنزلت على رسولى قال بلى يا رب قال فماذا عملت فيما علمت قال كنت أقوم به آناء الليل وآناء النهار فيقول الله له كذبت وتقول له الملائكة كذبت ويقول الله له بل أردت أن يقال فلان قارى فقد قيل ذلك ...... يا أبا هريرة أولئك الثلاثة أول خلق

الله تسعر بهم النار يوم القيامة) [صحيح الجامع ۱۷۱۳ وأحمد ۳۲۲/۲] ''اللہ جل شانہ قیامت کے دن جب بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کیلئے اتریں گے تو سب سے پہلے اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے قرآن مجید کو جمع (یاد) کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس قاری (عالم دین) کو فرمائیں گے کہ کیا میں تم کو جو میں نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کیا تھا نہیں سکھلایا تو وہ کہے گا کیوں نہیں اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جو تو نے سیکھا اس پر کیا عمل کیا؟ تو وہ کہے گا کہ میں دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو جھوٹ بول رہا ہے اور فرشتے کہیں گے تو جھوٹ بول رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو تو یہ چاہتا تھا کہ تجھے لوگ قاری (عالم دین) کہیں تو وہ دنیا میں کہا جا چکا ہے (پھر اس کو جہنم میں گھسیٹ کر لیجایا جائے گا)......اے ابو ہریرہ یہ تینوں (قاری، شہید، سخی) بد بخت ہیں (ریا کاری کی وجہ سے) قیامت کے دن سب سے پہلے جن کو آگ میں پھینکا جائے گا''......اب دیکھیں صرف نیک نیت نہ ہونے اور اس کے مطابق قرآن مجید پر عمل نہ ہونے کی سزا یہ ہے کہ اس کو جہنم کا بالن بنایا جائے گا۔ اس لئے دنیا فانی کی خواہش کرتے ہوئے کسی علم کو سیکھنا انتہائی خطرناک کام ہے اور پھر دنیا کی حقیقت بھی کیا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى كافرا منها شربة ماء) [صحيح الجامع ۵۲۹۲ والصحيحة ۹۴۲] ''اگر دنیا کی قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر جتنی بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتے''......اس لئے وہ کافر کو بھی دے رہا ہے مسلم کو بھی دے رہا ہے کیونکہ اس کے ہاں دنیا کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔ اے میرے مسلمان بھائی! بات یہ کر رہے تھے جو شخص قرآن مجید پر عمل نہیں کرتا تو وہ اپنے ایمان میں جھوٹا ہے نماز وہ نہیں پڑھتا تو ایمان کیسا؟ زکوٰۃ وہ نہیں دیتا تو ایمان کیسا؟

حالانکہ نماز وزکاۃ کے بغیر جنت تو ملے گی ہی نہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (اتقوا اللہ وصلوا خمسكم وصوموا شهركم وأدوا زكاة أموالكم طيبة بها أنفسكم وأطيعوا ذا أمركم تدخلوا جنة ربكم) [صحیح الجامع ۱۰۹ والصحیحة ۸۶۵] ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی پانچوں نمازیں پڑھو اور رمضان کے روزے رکھو اور مالوں کی دلوں کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ دو اور اپنے ولی الامر کی اطاعت کرو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے''......لیکن افسوس کتنے مسلمان ہیں جو نماز پڑھتے ہی نہیں اور خشوع وخضوع سے عاری ہیں جو کہ قرآن مجید پر عدم یقین اور قیامت کی نشانی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (أول شيء يرفع من هذه الأمة الخشوع حتىٰ لا ترى فيها خاشعا) [صحیح الجامع ۲۵۶۹ والصحیحة ۲۵۷۶] ''اس امت سے سب سے پہلے خشوع اٹھ جائے گا حتیٰ کہ کوئی بھی خاشع (خشوع والا) تم نہیں پاؤ گے''......اس لئے میرے بھائی! نماز کو ایسے پڑھو جیسے یہ زندگی کی آخری نماز ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا تھا کہ (صلّ صلاة مودع كأنك تراه فإن كنت لا تراه فإنه يراك وأيأس مما في أيدي الناس تعش غنيا وإياك وما يعتذر منه) [صحیح الجامع ۳۷۷۶ والصحیحة ۱۴] ''نماز ایسے پڑھ گویا کہ تو الوداعی نماز پڑھ رہے ہو اور تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے (مال ودولت) اس سے ناامید ہو جا (اللہ تعالیٰ پر توکل کر) تم امیروں کی زندگی گزارو گے اور ایسے کاموں سے بچ جس کا پھر عذر پیش کیا جائے''......

اس لئے ہر وقت ہر کام کرتے وقت سوچنا چاہئے کہ بعد میں اس کا عذر تو نہیں پیش کرنا پڑے گا اور حقیقت یہ ہے کہ فطرتی طور پر اللہ تعالیٰ نے برائی واچھائی کی تمیز انسانی

ڈھانچے میں رکھی ہے جسے ایمان کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إذا أسرتک حسنتک وساء تک سیئتک فأنت مومن) [صحیح الجامع ۶۰۰ والصحیحة ۵۵۰] ''اے ابوامامہ! اگر تمہاری اچھائی تمہیں اچھی لگے اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو تم مومن ہو'' ...... اور پھر عمومی خبر دی کہ (من سرته حسنته وساء ته سیئته فهو مومن) [صحیح الجامع ۶۲۹۴] ''جس شخص کو اس کی نیکی خوش کرے اور برائی ناخوش کرے وہ مومن ہے'' ...... اور نیکی و برائی کا امتیاز اسی وقت ہی حاصل ہوتا ہے جب قرآن مجید پر پورا ایمان ہو اور دنیا سے بے رغبتی ہو اور قبر کی یاد ہر وقت ہو اسی لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ہاتھ رکھ کر اس نسخہ کیمیا (ایمان کی طرف لانے والا) کو بیان کیا تھا کہ (کن فی الدنیا کأنک غریب أو عابر سبیل وعد نفسک من أصحاب القبور) [صحیح الجامع ۴۵۷۹ والصحیحة ۱۱۵۷ والطبرانی ۱۲/۱۳۵۳۷] ''دنیا میں اس طرح زندگی گزارو جیسا کہ تم غریب ہو (غریب الوطن ہو) یا پھر مسافر سمجھو اور اپنے آپ کو قبروں والوں میں شمار کرو'' ...... (یعنی حساب وکتاب کیلئے ہر وقت تیار رہو) اس لئے کہ یہ دنیا عارضی وفانی ہے بقول شاعر:

دنیا جی لگانے کی جگہ نہیں ہے
یہ عبرت کی جاہ ہے تماشا نہیں ہے

نہ دنیا نے موت کے بعد ساتھ دینا ہے نہ مال ومتاع نے اور نہ ہی رشتہ داروں نے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له) [صحیح الجامع ۷۹۳ ومختصر مسلم ۱۰۰۱ والإرواء ۱۵۸۰] ''جب بندہ مر

جاتا ہے تو عمل منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: ا۔صدقہ جاریہ ۲۔ ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے۔۳۔ نیک بیٹا جو دعا کرے“ ...... اس لئے قرآن مجید کا علم وعمل سیکھنا چاہئے تاکہ موت کے بعد بھی اس کا فائدہ ہو اور قرآن مجید پر ایمان اسی وقت مکمل ہوگا جب اس پر عمل کریں گے اور جب عمل آئے گا تو پھر اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار بندے بن کر سرخرو ہوں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایمان باللہ اور ایمان بالقرآن کی کچھ نشانیاں بیان کی ہیں جیسا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا (كن ورعا تكن أعبد الناس و كن قنعا تكن أشكر الناس وأحب للناس ما تحب لنفسك تكن مومنا وأحسن مجاورة من جاورك تكن مسلما وأقل الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلوب) [صحيح الجامع ۴۵۸۰ والصحيحة ۹۳۰] ”گناہوں سے دور ہونے والا بن جا تو تمام لوگوں سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے اور قناعت کرنے والا بن جا تو تمام لوگوں سے زیادہ شکر گزار بن جاؤ گے اور لوگوں کیلئے وہی کچھ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو تم مومن بن جاؤ گے اور اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تم مسلمان بن جاؤ گے اور ہنسنا کم کر دو کیونکہ کثرت سے ہنسنا دلوں کو مردہ کر دیتا ہے“ ...... اس لئے میرے بھائی! آج سے ہم عہد کرتے ہیں کہ قرآن مجید کا یہ چوتھا حق (اس پر عمل کرنا) ہماری زندگی کا محور و مرکز بنائیں گے۔ غلطیاں تو ہر ایک کرتا ہے لیکن بہترین وہ ہیں جو توبہ کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (كل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون) [صحيح الجامع ۴۵۱۵] ”ہر بنی آدم غلطی کرنے والا ہے اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں“ ...... اس لئے آج سے توبہ کریں اور عمل شروع کر دیں اس لئے کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

اسلئے زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں اور پتہ نہیں موت کے بعد کونسی منزل ہوگی بقول شاعر

وكيف تنام العين وهي قريرة ولم تدر في أي المحلين تنزل

''آنکھ میں نیند کیسے آتی ہے وہ تو مراد کو پہنچنے والی ہے (ٹھنڈک حاصل کرنے والی ہے) لیکن یہ نہیں پتہ کہ موت کے بعد (نیند کے ساتھ جہاں اس کو ٹھنڈک ملنی ہے) یہ کس منزل میں اترے گی'' ...... اس لئے موت کے بعد کی منازل کی تیاری کرنی چاہئے وہ تیاری قرآن مجید پر عمل کرنے میں ہے۔ اس لئے صحت و زندگی کو غنیمت جانو اور عمل پیہم کیلئے کمربستہ ہو جاؤ اس لئے کہ موت کبھی بھی کسی کو مہلت نہیں دیتی اس لئے میرے بھائی! افسوس کرنا چاہئے اس صحت پر جو دین کے بارے نہ سوچے نہ عمل کرے اور اس زندگی پر جس میں نیک عمل نہ کیا جائے۔ شاعر نے تعجب کیا ہے

عجبت من جسم من صحته ومن متى نام إلى الفجر
والموت لا تؤمن خطفاته في ظلم الليل إذا يسري

''مجھے تعجب ہے اس جسم کی صحت پر جو کب سے فجر تک سویا رہتا ہے۔ اور موت رات کی تاریکی میں (ظلمت میں) بھی اندھا کرنے سے (مارنے سے) بھی باز نہیں آتی'' ...... (یعنی سویا ہوا ہو تو پھر بھی موت آسکتی ہے کیونکہ نیند موت کی بہن ہے)

[صحیح الجامع ٦٨٠٨]

الغرض! قرآن مجید کا ہر مسلمان پر چوتھا حق یہ ہے کہ قرآن مجید کی انگلی پکڑ کر اس کے ساتھ چلنا شروع کر دے اور جہاں وہ بیٹھا دے وہاں بیٹھ جائے اور جہاں وہ چلا دے وہاں چل جائے اور جو حکم کرے اس کی اطاعت کرے اور جس سے روکے اس

سے رک جائے حتیٰ کہ قرآن مجید اس کی زندگی کا لائحہ عمل ونصب العین بن جائے تا کہ ہدی للناس کی اصل روح وحقیقت سامنے آجائے اور قیامت کو یہ ہماری سفارش کرے نہ کہ ہمارے اوپر حجت بنے اور ہمیں جہنم کے سپرد کرے۔ اور ہم سب دنیا میں بھی عزت وراحت وسکون پاسکیں جیسا کہ صحابہ کرام وسلف صالحین نے پایا۔ بقول شاعر

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کے مطابق عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

(پانچواں حق)

قرآن مجید کو آگے پہنچایا جائے

قرآن مجید کا پانچواں حق یہ ہے کہ اس پر ایمان لانے اور ترتیل سے پڑھنے اور اس کو سمجھنے اور عمل کرنے کے بعد دوسروں تک پہنچایا جائے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایمان لانے اور نبی سے پڑھنے اور سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر اور فردی طور پر اس کو آگے پہنچایا تھا کیونکہ اللہ جل شانہ کا حکم مبارک ہے ﴿يٰأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾ [المائدة ٦٧] ''اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا نہیں کی''...... چنانچہ اس آیت مبارک میں پہنچانے کیلئے جو قرآنی اصطلاح استعمال ہوئی ہے وہ تبلیغ ہے اور قرآن مجید کے نزول کا مقصد بھی یہ تھا کہ یہ چار دانگ عالم میں پھیل جائے جس مقصد کی تعبیر قرآن مجید کچھ یوں کرتا ہے ﴿هٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ﴾ [إبراهيم ٥٢] ''یہ قرآن مجید تمام لوگوں کیلئے اطلاع نامہ ہے کہ اس کے ذریعے وہ ڈرائے جائیں''...... اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے نازل ہونے کا اولین مقصد بھی خود قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے ﴿وَأُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ [الأنعام ١٩] ''اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی بھیجا گیا ہے کہ میں اس قرآن مجید کے ذریعے سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن مجید پہنچے ان سب کو ڈراؤں''...... چنانچہ بعثت کی پہلی گھڑی سے زندگی کی آخری رمق تک اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرض منصبی (تبلیغ) کیلئے انتھک محنتیں و مشقتیں کیں اور مصائب و آلام برداشت کیے اور کوئی بھی فرصت ہاتھ سے نہ جانے دی بلکہ اس کو غنیمت

خیال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ اگر دعوت وتبلیغ کے اس مشن کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس پورے عرصے میں آپ ﷺ کی جدوجہد کا اصل محور ومرکز قرآن مجید ہی رہا تھا۔ اس کی تلاوت وتبلیغ وتعلیم وتبیین وتوضیح میں آپ مسلسل مصروف رہے چنانچہ قرآن مجید تقریباً چار مقامات پر آپ ﷺ کے طریق دعوت وتبلیغ اور اصلاح وانقلاب کیلئے مختار منہج کی وضاحت کچھ یوں کرتا ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [آل عمران ١٦٤] ''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب (قرآن مجید) اور حکمت سکھاتا ہے'' ...... الغرض مذکورہ آیات کا مستنتج یہ ہے کہ جو کچھ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا (بلا شبہ وہ قرآن مجید تھا کسی کی فقہ اور دیگر خرافات نہیں تھیں) بلا کم وکاست اور بلا خوف آپ کو لوگوں تک پہنچانا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اسے پہنچایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں صحابہ کے جم غفیر کو فرمایا تھا (ألا هل بلغت؟) ''کیا میں نے پہنچا دیا'' ...... تو صحابہ نے جواب دیا (نعم) ''ہاں'' ...... تو پھر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (اللهم اشهد) [البخاری ١٧٤١ وأحمد ص/٧٦، ٤٩/٥] ''اے اللہ گواہ رہنا (کہ میں نے پہنچا دیا ہے)'' ...... ایک دوسری روایت میں جب اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے پوچھا تو صحابہ نے جواب دیا (نشهد أنك قد بلغت وأديت ونصحت) [أبو داؤد ١٩٠٢] ''ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پہنچا دیا ہے اور (پیغام الٰہی کا حق) ادا کر دیا ہے اور نصیحت کر دی ہے'' ...... اور عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے

کچھ چھپا لیا ہے اس نے یقیناً جھوٹ بولا ہے [البخاری ۴۸۵۵]

چنانچہ خود اس قرآن مجید کو آگے پہنچانے کے بعد صحابہ کرام کو بھی حکم دیا کہ (بلغوا عني ولو آية) [صحيح الجامع ۲۸۳۷ والترمذی ۲۶۶۹ والبخاری ۳۴۶۱ وأحمد ۱۵۹/۲] ''میری طرف سے پہنچا دو خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو''...... اور خطبہ حجۃ الوداع میں سب صحابہ (جو تقریباً سوا لاکھ تھے) کو حکم دیا (فليبلغ الشاهد الغائب) [البخاری ۱۷۴۱ وأحمد ۷۶/۲ و ۴۹/۵] ''پس جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچا دے''...... چنانچہ قیامت تک کیلئے فریضہ تبلیغ دین (تبلیغ قرآن) کا بوجھ امت محمدیہ کے کاندھوں پر آ گیا ہے جس کیلئے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مسئول ہوگی۔ اور بلاشبہ ہر امت افراد پر مشتمل ہوتی ہے لہٰذا امت کا ہر فرد اپنی صلاحیت واستعداد کے مطابق اس فرض کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے تو علماء وفضلاء پر ذمہ داری، ان کے علم واستعداد کے مطابق عائد ہوتی ہے اور عوام پر ان کی صلاحیت کے مطابق الغرض (بلغوا عني ولو آية) ''کے عموم سے یہ بات ثابت ہے کہ اس ذمہ داری سے کوئی بھی بری نہیں جسے ناظرہ پڑھنا آتا ہے وہ آگے ناظرہ پڑھائے اور جسے کوئی دعا یاد ہے وہ آگے یاد کروائے جس نے حفظ کیا ہے وہ دوسروں کو یاد کروا دے جسے ترجمہ آتا ہے وہ دوسروں کو ترجمہ پڑھا دے حتیٰ کہ اگر کسی کو ایک آیت بھی یاد ہو تو وہ اسے دوسروں کو یاد کروانے کا مکلّف ہے یا قرآن مجید کی کسی ایک آیت یا سورت کا مفہوم معلوم ہو اور اسے آگے پہنچا دے تو یہ بھی تبلیغ قرآن میں شامل ہے۔ اگرچہ اس مقدس اور عظیم الشان فرض کی ادائیگی کی جو ذمہ داری امتِ مسلمہ پر بحیثیتِ مجموعی عائد ہوتی ہے وہ اس وقت تک پوری نہیں ہو سکتی جب تک قرآن مجید کا متن اور اس کا مفہوم کائنات کے اطراف واکناف تک نہ پہنچا دیا جائے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ جو امت قرآن مجید کو اقوام وامم عالم تک پہنچانے کی

ذمہ دار بنائی گئی تھی آج وہ خود اس بات کی محتاج ہو چکی ہے کہ اس کو (قرآن مجید کو) پہنچایا جائے لہٰذا اس وقت اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اس معاملے کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے ہر مسلمان کمر بستہ ہو جائے اور قرآن مجید کو درجہ بدرجہ سیکھنے اور سکھانے میں لگ جائے۔ اور اسی سکھانے کو تبلیغ سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے مدارج و مراتب و پہلو بہت زیادہ ہیں حتیٰ کہ تعلیم بھی تبلیغ کا ایک مؤثر شعبہ ہے اور تبیین بھی اسی کا ایک بلند تر درجہ ہیں۔ چنانچہ امتِ مسلمہ کو یہ بھولا ہوا سبق (تبلیغ قرآن) سکھانے اور ماضی بعید کو دوبارہ اسٹیج کرنے کیلئے چند مدارج اور مراحل و جوالب کی ضرورت ہے تا کہ ان قرآن و حدیث نبوی ﷺ کے وضع کردہ خطوط پر چل کر ہم تبلیغ قرآن کا حق بھی ادا کر سکیں اور اس کے ثمرات بھی حاصل کر سکیں۔

ا۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا

کسی بھی معاشرہ کا بگاڑ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کی صفت کو ترک نہیں کرتا اسی طرح ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں تبلیغ قرآن کا پہلا قدم انذار و تبشیر ہی ہے جو اس کو واپس اپنے اصلی مقام پر لا سکتا ہے اور امت محمدیہ کا اصل مقام تو قرآن مجید نے خود بیان کیا ہے کہ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ [آل عمران ١١٠] ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہو کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو“ ...... چنانچہ اس آیت میں جہاں امت محمدیہ کا مقام بیان ہوا ہے وہاں اس کو خیر امت بہترین امت کا لقب دے کر مقام کو واضح کیا گیا اور اس بہتری کی علت بھی بیان کر دی کہ نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا ہے، اور اسی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سبق کو جب نبی کریم ﷺ نے وفد عبدالقیس کو پڑھایا تو ساتھ ہی یہ فرمایا

تھا کہ (احفظوه وأخبروه من ورائكم) [البخاری ۸۷] ”اس کو یاد کرو اور اپنے پچھلوں کو بھی اس کی خبر دو“ ......تو جہاں نیکی کے حکم اور برائی سے روکنے کا فرمان ربانی ہے وہاں یہ خصلت بہتری کی علامت ہے اور جہاں یہ امت کی بہتری کی علامت ہے وہاں یہ اللہ تعالیٰ کو بڑی ہی عمل پسند ہے چنانچہ ایک آدمی نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب اور پسند ہے تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (أحب الأعمال إلى الله الإيمان بالله ثم صلة الرحم ثم الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر) [صحيح الجامع ١٦٦ وابن أبي شيبة ٧٧ وأبو يعلىٰ ٧/٣٠٢ والمجمع الزوائد ٨/١٥١] ”سب سے پسندیدہ عمل اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ ایمان لانا لگتا ہے پھر صلہ رحمی پھر نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا“......تو نیکی کا حکم وہی لوگ کرتے ہیں جو خود نیکی والے ہوں۔ چنانچہ یہ دنیا میں نیکی کرنے والے اور حکم کرنے والے قیامت کو بھی اہل خیر شمار ہونگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إن أهل المعروف في الدنيا هم أهل المعروف في الآخرة وإن أهل المنكر في الدنيا هم أهل المنكر في الآخرة) [صحيح الجامع ٢٠٣١] ”جو دنیا میں اہل خیر ہیں وہی لوگ آخرت میں اہل خیر ہوں گے اور دو دنیا میں اہل شر ہوں گے وہی آخرت میں بھی اہل شر ہوں گے“......اسی لئے نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ایمان کی علامت بیان کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان) [صحيح الجامع ٦٢٥٠ ومسلم ٤٩، ٣٤، ٧٨ وصحيح أبي داؤد ١٠٣٤ والترمذي ٢١٧٢ والنسائي ٥٠٠٨، ٥٠٠٩ وابن ماجه ١٢٧٥، ٤٠١٣ وأحمد ٣/١٠] ”تم میں

سے جو برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے بدلے (نیکی میں یعنی برائی ختم کرے) پس وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو بدلے پس اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے ضرور برا جانے اور یہ (صرف دل سے برا جاننا، ہاتھ اور زبان سے نہ روکنا) ضعیف ایمان کی علامت ہے"......تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر جہاں انسان کے ایمان کے معیار کو واضح کرتا ہے وہاں یہ انبیاء کے حواریوں کی علامت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (ما من نبی بعثه الله فی أمة مثلی إلا كان له من أمته حواريون وأصحاب يأخذون بسنته ويتقيدون بأمره ثم إنها تخلف من بعدهم خلوف يقولون ما لا يفعلون ويفعلون ما يؤمرون فمن جاهدهم بيده فهو مومن ومن جاهدهم بلسانه فهو مومن ومن جاهدهم بقلبه فهو مومن ليس وراء ذلك من الإيمان حبة خردل) [صحيح الجامع ٥٧٩٠ ومختصر مسلم ٣٥] "جس نبی کو اللہ تعالیٰ نے میری طرح کسی امت میں بھیجا اس کی امت سے اس کے حواری اور ساتھی تھے جو اس کی سنت کو لیتے اور اس کے حکم پر کاربند رہتے پھر اس کے بعد ایسے خلوف (نابلد) لوگ آئے جو وہ کہتے تھے کرتے نہیں تھے اور وہ کام کرتے تھے جس کا حکم انہیں نہیں دیا جاتا تھا پس جو شخص ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے ساتھ زبان کے ساتھ جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو ان کے ساتھ دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے۔اس کے بعد (یعنی اگر وہ دل سے بھی اس کو برا نہیں جانتا) ایمان رائی کے دانے کے برابر نہیں ہوتا"......اور یہی وہ نسخہ کیمیا ہے کہ جب اس کو انسان استعمال کرے تو اس پر فتنے کے بادل اٹھ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (فتنة الرجل فی أهله وماله ونفسه وولده وجاره يكفرها الصيام والصلاة والصدقة والأمر بالمعروف والنهي

عن المنکر) [صحیح الجامع ۴۱۹۵] ''آدمی کا فتنہ اپنے اہل اور مال اور نفس اور اولاد و پڑوسی میں ہے اور اس کا کفارہ روزے رکھنا، نماز پڑھنا اور صدقہ دینا اور نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ہے''...... امر بالمعروف و نہی عن المنکر صرف فتنے کا کفارہ ہی نہیں بلکہ یہ صدقہ بھی لکھا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (تبسمک فی وجه أخیک لک صدقة وأمرک بالمعروف ونهیک عن المنکر صدقة وإرشادک الرجل فی أرض الضلال لک صدقة وإماطتک الحجر والشوک والعظم عن الطریق لک صدقة وإفراغک من دلوک فی دلو أخیک لک صدقة) [صحیح الجامع ۲۹۰۸ والصحیحة ۵۷۲] ''(اے ابو ذر!) تیرا اپنے بھائی کے سامنے (خوشی سے اس کو دیکھ کر) تبسم کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا نیکی کا حکم کرنا اور تیرا برائی سے منع کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور گمراہی کی زمین میں (بدعات وخرافات میں) تیرا کسی آدمی کو سیدھا راستہ دکھلانا تیرے لئے صدقہ ہے اور راستے سے پتھر اور کانٹا اور ہڈی کو دور کرنا تیرے لئے صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں انڈیلنا (یعنی اس کا تعاون کرنا) تیرے لئے صدقہ ہے''...... لیکن آج بجائے تبسم کرنے کے ہم غافلوں کی طرح قہقہے مارتے ہیں۔ حالانکہ صدقہ تبسم میں ہے اور ہم بجائے صدقہ کرنے کے اپنے بھائیوں پر ہنستے ہیں اور دکھ دیتے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ بھی تبسم فرماتے تھے جیسا کہ جابر بن سمرہ فرماتے ہیں (وکان لا یضحک إلا تبسما) [صحیح الجامع ۴۸۶۱] ''نبی کریم ﷺ تبسم فرمایا کرتے تھے مسکراتے تھے، قہقہے مار کر ہنستے نہیں تھے''...... اور جب بھی کلام کرتے تبسم فرمایا (فداه أبی أمی) اسی طرح نیکی کا حکم بھی نہیں کرتے بلکہ یا تو اپنی عزت کا خیال کر کے چپ رہتے ہیں یا طعنے دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا

تھا کہ قیامت کے دن بندے کو کہیں گے (ما منعک أن تقول في کذا و کذا فیقول خشیة الناس فیقول فإیای کنت أحق أنت تخشی) [ابن ماجه ۴۰۰۸] ''کس چیز نے تجھے روکا تھا کہ تو اس طرح اس طرح اس طرح نہ کہے تو بندہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈرنے۔ تو اللہ تعالیٰ (جباری وقہاری آواز میں) فرمائیں گے کہ میں زیادہ حق دار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا'' ...... اسی طرح کسی کو جہالت سے نکال کر اسلام کی روشنی اور شرک و بدعت وخرافات سے نکال کر توحید وسنت کی روشنی میں لانا واقعتاً صدقہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا تھا اے علی (لأن یهدی الله بک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم) [البخاری ۳۷۰۱ ومسلم ۲۴۰۶، ۱۸۷۲ وأحمد ۳۳۳/۵] ''اگر تیری وجہ سے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو یہ تیرے لئے سرخ اُونٹوں سے بہتر ہے'' ...... (سرخ اونٹ انتہائی اعلیٰ اور ثمین چیز اس وقت متصور کی جاتی تھی) اور حتیٰ کہ ارشاد وتوجیہ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا (من دل علی خیر فله مثل أجر فاعله) [صحیح الجامع ۶۲۳۹] ''جو نیکی پر دلالت کرتا ہے اس کیلئے اتنا ہی اجر ہے جتنا نیکی کرنے والے کیلئے ہے'' ...... اور یہ بھی فرمایا (الدال علی الخیر کفاعله) [صحیح الجامع ۱۶۰۵، ۳۳۹۰، ۴۵۵۶، والصحیحة ۱۶۶۰، ومسلم ۱۸۹۳، والترمذی ۲۶۷۳، وأبو داؤد ۵۱۲۹ وصحیح الترغیب ۱۱۲] ''نیکی پر دلالت کرنے والا گویا کہ نیکی کرنے والا ہے'' ...... اور یہ بھی فرمایا (دلیل الخیر کفاعله) [صحیح الجامع ۳۳۹۰، والصحیحة ۱۶۶۰] ''نیکی پر دلالت کرنا گویا کہ نیکی کرنا ہے'' ...... اور صرف نیکی کرنے والا کا اجر ہی نہیں ملتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو یہ بھی فرمایا تھا کہ (من دعا إلی هدی کان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ینقص ذلک من أجورهم شیئا ومن

دعا إلى ضلالة كان عليه من الإثم مثل آثام من تبعة لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا) [صحيح الجامع ۶۲۳۴ والصحيحة ۸۶۵، والترمذی ۲۶۷۴] ''جو شخص ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا اس کی اتباع کرنے والے کو ملتا ہے (یعنی ہدایت کو قبول کر لینے والے کو) لیکن اس شخص کا اجر کم نہیں ہوتا اس طرح جو گمراہی کی طرف بلاتا ہے تو گمراہی کو قبول کرنے والے کو جتنا گناہ ہوتا ہے اتنا ہی اس بلانے والے کو ہوتا ہے اور اس شخص کے گناہوں میں بھی نقص نہیں ہوتا''...... اس لئے جو کچھ انسان نے سیکھا ہو اس کو آگے پہنچانا ضروری ہے کیونکہ جب اس نے بیان کر دیا تو گویا نیکیوں کی فیکٹری لگادی اور اگر بیان نہیں کرے گا تو پھر اس علم کا فائدہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (مثل الذى يتعلم العلم ثم لا يحدث به كمثل الذى يكنز فلا ينفق منه) [صحيح الجامع ۵۸۳۵] ''جو شخص تعلیم حاصل کرے پھر اس کو بیان نہ کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی مال جمع کرے پھر خرچ نہ کرے''...... تو جس طرح مال کو جمع کرنا بغیر خرچ کرنے کے اس کو دنیا میں بخیل اور آخرت میں عذاب الٰہی کا مستحق بنا سکتا ہے اسی طرح جو کچھ انسان کو آتا ہو اس کو بیان کرنا ضروری ہے اور یہ ہی ہماری مسلمان ہونے کے ناطے سے ذمہ داری ہے اس لئے علم بیان کرنے میں نیکی آئے گی اور برائی منع نہ کرنے میں برائی آئے گی۔ اور اگر برائی نظر آرہی ہو پھر انسان منع نہ کرے تو گویا اس کا ایک تو ایمان ضعیف ہے اور دوسرا اگر اس نے برائی کے بارے سنا ہے لیکن اس کے بارے غیرت کو ظاہر نہیں کیا بلکہ راضی ہوا ہے تو وہ گویا اس برائی میں حاضر تھا اور اس نے اس کو روکا نہیں اس کو اسی طرح گناہ ہوگا جس طرح جو برائی کے پاس ہو اور اسے روکتا نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إذا أعملت الخطيئة فى الأرض كان من شهدها فكرهها كمن

غاب عنها ومن غاب عنها فرضيها كان كمن شهدها) [صحيح الجامع ٦٨٩٠] ''اگر زمین میں کوئی برائی کیجائے تو جو حاضر ہو اور اسے مکروہ جانے تو گویا وہ ایسے ہے جیسا کہ وہ اس برائی کے پاس تھا ہی نہیں اور جو برائی کے پاس نہ ہو لیکن اس برائی پر راضی ہو تو وہ گویا ایسے ہے جیسے وہ برائی میں حاضر تھا'' ...... اس لئے نیکی کا حکم کرنا اور برائی کو روکنا اور اسے انتہائی مکروہ جاننا ضروری ہے وگرنہ اس کا نتیجہ عذاب کی شکل میں دنیا میں ہی اتر سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (إن الناس إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه) [صحيح الجامع ١٩٧٣] ''لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھوں کو نہ پکڑیں قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب میں اندھا کر دے'' ...... اور فرمایا (إن الناس إذا رأوا المنكر ولا يغيرونه أوشك أن يعمهم الله بعقابه) [صحيح الجامع ١٩٧٤ والصحيحة ١٦٧١] ''لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں پھر اس کو نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عذاب سے اندھا کر دیں'' ...... اور یہ بھی فرمایا کہ (ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم أعز وأكثر ممن يعمله ثم لم يغيروه إلا عمهم الله تعالىٰ منه بعقاب) [صحيح الجامع ٥٧٤٩] ''کسی قوم میں جب گناہ (معاصی) ہوں تو وہ لوگ جو زیادہ عزت والے ہوں اور تعداد میں ان لوگوں سے زیادہ ہوں جو (معاصی) گناہ کرتے ہیں پھر بھی اس برائی کو تبدیل نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عقاب سے اندھا کر دیں گے'' ...... اور صرف عذاب الٰہی کا مستحق نہیں بلکہ جو دعا بھی کرے وہ بھی قبول نہیں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (والذي نفسي بيده لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عقابا من عنده ثم لتدعنه فلا يستجيب لكم)

[صحیح الجامع ٧٠٧٠، والترمذی ٢١٦٩ وأحمد ٣٨٩] ”اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ضرور نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عقاب بھیجیں پھر تم دعا بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول نہیں فرمائیں گے“ ...... اس لئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ضرور ادا کرنا چاہئے تا کہ دنیا میں عذاب الٰہی سے بچا جا سکے اور قیامت کو بھی اللہ تعالیٰ کے سوال سے بچا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إن الله تعالیٰ لیسأل العبد یوم القیامة حتیٰ یسأله ما منعک إذا رأیت المنکر أن تنکره؟) [صحیح الجامع ١٨١٨ والصحیحة ٩٢٩] ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کریں گے حتیٰ کہ یہ بھی پوچھیں گے کہ جب تو نے برائی دیکھی تو تجھے کس چیز نے منع کیا تھا کہ اس کو نہ روکے“ ...... تو میرے بھائی! اس دن کیسے جواب دیں گے کوئی بھی اتنی سکت نہیں رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بول سکے تو جواب کیسے دیں گے؟ اس لئے نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ہر مرد وعورت پر فرض ہے نا کہ صرف مرد پر جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے کہ یہ مرد کی ذمہ داری ہے عورت کی نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا﴾ [الأحزاب ٣٢] ”اور ہاں قاعدے کے مطابق بات کریں“ ......جس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (أمرهن بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر) [تفسیر القرطبی ١٧٨/١٤] ”اللہ تعالیٰ نے انکو (نبی کی بیویوں کو) نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا حکم دیا ہے“ ......اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [التوبة ٧١] ”مومن مرد اور عورت ایک دوسرے کے ولی (مددگار، معاون) ہیں وہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں“ ...... چنانچہ علامہ ابن النحاس الدمشقی فرماتے

ہیں کہ (قلت وفي ذكره تعالىٰ (والمؤمنات) هناك دليل على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجب على النساء كوجوبه على الرجال حيث وجدت الاستطاعة) [تنبيه الغافلين عن أعمال الجاهلين ٢٠] ''میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے قول (والمؤمنات) میں دلیل ہے کہ امر بالمعروف والنہی عن المنکر عورتوں پر اسی طرح واجب ہے جس طرح مردوں پر واجب ہے جب استطاعت ہو''...... اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (والمرأة راعية على أهل بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم) [البخاري ٧١٣٧ ومسلم ١٨٢٩] ''عورت اپنے خاوند کے گھر اور اپنے خاوند کی اولاد کی مسئول ہے اور قیامت کو ان کے بارے اس کو پوچھا جائے گا''...... اور راعی کہتے ہیں کہ وہ شخص نصیحت کا حکم کرے اور خیانت اور بری چیزوں سے روکے [معالم السنن ٣/٢ وشرح النووي ١٢/٢١٣] اس لئے عورتوں پر بھی نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا واجب ہے تاریخ اسلامی کے اوراق کی سیاہی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ صحابیات نے یہ کام احسن انداز سے اور ذمہ داری سمجھتے ہوئے کیا جیسا کہ

- ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے کو لا إله إلا الله کہنے کا حکم دیا [سير أعلام النبلاء ٣٠٥/٢ والطبقات ٤٢٥/٨]
- ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند مالک بن النضر پر اسلام پیش کیا [الاستيعاب ١٩٤٠/٤]
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی کو وضو کو مکمل کرنے کا حکم دیا [مسلم ٢٤٠]
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے سعد بن ہشام کو تبتل (شادی نہ کرنے) سے منع کیا [أحمد ١١٢/٦]

- عائشہ رضی اللہ عنہا نے سلمہ بن عبدالرحمٰن زمین میں جھگڑا کرنے سے منع کیا [مسلم ۱۶۸۱]
- ام حکیم رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے اور اسلام قبول کرنے کا حکم دیا [الإصابة ۸/۲۲۵ وأسد الغابة ۶/۳۲۱]
- عدی بن حاتم کی پھپھو نے اس کو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا حکم دیا [أحمد ۴/۳۷۸]
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے مریض کے پاؤں میں بلا کے دفع کرنے کیلئے پازیبیں پہننے پر انکار کیا (اس کو منع کیا) [المستدرک علی الصحیحین ۴/۲۱۷]
- سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کو نماز میں وضو ٹوٹ جانے پر وضو کا حکم دیا [أحمد ۶/۲۷۲]
- ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نسیب (قریبی) کو نماز میں پھونکنے سے منع کیا [أبو یعلیٰ ۶۹۵۴]
- حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی ابن عمر رضی اللہ عنہ شادی کا حکم دیا [مسند الشافعی ۳۱]
- میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے قریبی سے شراب کی بدبو پا کر اس کو ڈانٹا [سیر أعلام النبلاء ۲/۲۴۴]
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسے کپڑے پہننے سے عورت کو منع کیا جس میں صلیب کا نشان تھا [أحمد ۶/۱۴۰]
- عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک بچی کے بالوں کو ڈھانپا [مصنف عبد الرزاق ۲/۲۲۹]
- زینب بنت ابی سلمہ نے بچی کا نام برہ رکھنے سے منع کیا [مسلم ۲۱۴۲]
- بریرہ رضی اللہ عنہا نے عبدالملک بن مروان کو خلافت کے وقت خون بہانے پر ڈرایا

[الاستیعاب ۱۷۹۵/۴]

- عمرہ الانصاریہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو خروج سے منع کیا (کہ وہ کوفہ نہ جائیں)[سیر أعلام النبلاء ۲۹۶/۳]
- سعد بن معاذ کی ماں نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ جلدی مسلمانوں کے لشکر سے جاملیں[سیر أعلام النبلاء ۲۸۲/۱]
- صفیہ رضی اللہ عنہا نے عراقی عورتوں کو گھڑے میں نبیذ (شراب) کے بارے کثرت سے سوال کرنے سے منع کیا[أحمد ۳۳۷/۶]
- معرکہ یرموک میں مسلمان عورتوں نے اپنے اپنے گھر والوں کو بھاگنے پر ڈانٹا [الفتوح ۲۰۲/۱]
- حفصہ بنت سیرین نے جوانوں کو اپنی جوانی کو غنیمت جاننے کا حکم دیا[صفة الصفوة ۲۴/۴]
- ام الدرداء نے عبدالملک بن مروان کو خادم کو گالی دینے سے روکا[مسلم ۲۵۹۸ وأحمد ۴۴۸/۶]

الغرض! نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا صرف مردوں پر ہی فرض نہیں بلکہ عورتوں پر بھی ان کے دائرہ کار میں رہ کر اپنی استطاعت کے مطابق فرض وواجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس واجب کو قابل عمل بنانے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۲۔ نیکی کا حکم کرنے کے ساتھ خود بھی اس پر عمل کرنا اور برائی سے روکنے کے ساتھ خود بھی رکنا

تبلیغ قرآن کے سلسلہ میں جہاں نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ پہلے نیکی سے روشناس کروا کر اس کے ثمرات بیان کیے جائیں اور برائی پر

تنبیہ کر کے اس سے ڈرایا جائے وہاں نیکی کو عملاً کر کے دکھانا اور برائی سے عملاً دور ہونا دعوتی میدان کی کامیابی کی کلید ہے کیونکہ اگر داعی کا اپنا عمل نہیں تو وہ کسی کو کیسے عمل پر مجبور کرسکتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف ۲] ''اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو'' ...... منع کرنے کی علت بھی بیان کی کہ ﴿كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف ۳] ''تم جو کرتے نہیں اس کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ناپسند ہے'' ...... اصل میں اس سورت کا سبب نزول بھی یہ تھا کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے کہہ رہے تھے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احب الاعمال (سب سے پسندیدہ اعمال) پوچھنے چاہئے تاکہ ان پر عمل کیا جا سکے تو پوچھنے کی جرات کوئی بھی نہیں کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی۔ [الترمذی ۳۳۰۹ وأحمد ۴۵۲/۵ والدارمی ۲۳۹۴] اور جب ان کو وہ اعمال بتلائے گئے تو وہ پھر سست ہوگئے تو ان آیات میں ان کو توبیخ کی جارہی ہے کہ خیر کی بات جو کہہ رہے ہو وہ کرتے کیوں نہیں ہو؟ جو بات منہ سے نکالتے ہو اسے پورا کیوں نہیں کرتے؟ جو زبان سے کہتے ہو اس کی پاسداری کیوں نہیں کرتے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے عالم کی (جو لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتا ہے لیکن خود عمل نہیں کرتا) مثال یوں بیان کی ہے کہ (مثل العالم الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسه کمثل السراج یضیء للناس ویحرق نفسه) [صحیح الجامع ۵۸۳۱] ''وہ عالم جو لوگوں کو خیر و بھلائی سکھلاتا ہے اور اپنے آپ کو بھول جاتا ہے وہ اس چراغ کی مانند ہے جو لوگوں کیلئے تو روشنی کرتا ہے لیکن اپنے آپ کو جلاتا ہے'' ...... چنانچہ اسی جلانے کی تفصیل و ہیئت اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان کی ہے کہ (رأیت لیلة أسری بی رجالا تقرض شفاههم بمقاریض من نار

فقلت من هؤلاء يا جبريل؟ فقال: الخطباء من أمتک يأمرون الناس بالبر وينسون أنفسهم وهم يتلون الكتاب أفلا يعقلون) [اقتضاء العلم ٧٠، ٧١ والصحيحة ٢٩١ والبيهقي ٤٩٦٧ وأحمد ١٢٠/٣] ''میں نے معراج کی رات میں دیکھا کہ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ اے جبریل تو اس نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے کیا پس اتنی بھی ان کو سمجھ نہیں؟ اور اللہ جل شانہ نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ ﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [البقرة ٤٤] ''کیا لوگوں کو بھلائیوں کا حکم کرتے ہو؟ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں'' ...... مذکورہ حدیث (جو کہ اس آیت کی تفسیر نبوی تھی) اور اس آیت سے انتہائی ڈانٹ اور زجر ہے ان لوگوں کیلئے جو لوگوں کو نیکی کی رغبت دلاتے ہیں اور خود عمل سے کورے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انکی زبان وکلام میں تاثیر نہیں اور انکے بلند بانگ خطبے غنا انگیز تقریریں، شعلہ نما لیکچر ومحاضرات لوگوں پر اثر نہیں کرتے۔ اس لئے کہ اس کا خود عمل نہیں ہوتا اور محنت ضائع جاتی ہے کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ

من وعظ بكلامه ضاع سهامه ومن وعظ بعمله نفذ سهامه

''جو شخص کلام سے وعظ کرتا ہے اس کا تیر ضائع ہو جاتا ہے اور جو شخص عمل سے وعظ (تبلیغ) کرتا ہے اس کا تیر نافذ ہو جاتا ہے (یعنی لوگوں میں اثر کرتا ہے) حتیٰ کہ جو عالم عمل نہیں کرتا اس کا علم بھی اس سے دور ہو جاتا ہے بقول علیؓ:

هتف العلم بالعمل فإن أجابه وإلا ارتحل

''علم عمل کو فون کرتا ہے اگر عمل آجائے تو ٹھیک وگرنہ علم بھی رخصت ہوجاتا ہے''...... اس لئے جو انسان تبلیغ کرے اس پر خود عمل کرنا حقیقت میں دعوت وتبلیغ کو چار چاند لگانا اور مطلوبہ دینی مقاصد کو پورا کرنے کی رسید حاصل کرنا ہے وگرنہ بصورت دیگر عذابِ الٰہی کیلئے اپنے آپ کو پیش کرنا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (أتیت لیلة أسری بی علی قوم تقرض شفاههم بمقاریض من نار کلما قرضت وفت فقلت یا جبریل من هؤلاء؟ قال خطباء أمتک الذین یقولون ما لا یفعلون ویقرء ون کتاب الله ولا یعملون به)[صحیح الجامع ۱۲۹] ''میں معراج کی رات ایک ایسی قوم پر آیا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے جب بھی کاٹے جاتے پھر وہ ٹھیک ہوجاتے (ایسے ہی عمل رہتا) تو میں نے کہا اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ تو اس نے کہا یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو ایسی باتیں لوگوں کو بتلاتے ہیں جو خود نہیں کرتے اور قرآن مجید کو پڑھاتے ہیں لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے''...... تو اس حدیث میں علماء وقراء ومدرسین ہر ایک کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کی محنتیں ثمر آور کیوں نہیں ہوتیں اس لئے کہ وہ داڑھی کا بچوں کو کیسے کہیں خود منافقت کرتا ہے اس کو کٹواتا ہے وہ لڑکوں کو طلباء کو کیسے ٹخنوں سے اوپر شلوار کرنے کو کہے خود اس کی عورتوں کی طرح زمین پر ہوتی ہے اسی لئے ہلال بن امیہ نے کہا تھا کہ (طلب العلم شدید وحفظه أشد من طلبه والعمل به أشد من حفظه والسلامة منه أشد من العمل به) [الجزاء من جنس العمل ۲/۲۴۷] ''علم کو سیکھنا بہت مشکل ہے اور اس کا حفظ کرنا اس کی طلب سے بھی مشکل ہے اور ہر عمل اس کے حفظ سے بھی زیادہ سخت ہے اور اس کے وبال سے سلامتی اس کے عمل کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے''...... اور زبید الیمامی کہتے ہیں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایک کلمہ نے مجھے بیس سال تک چپ

کروائے رکھا وہ کلمہ یہ تھا کہ (من کان کلامه لا یوافق فعله فإنما یوبخ نفسه) [الجزاء من جنس العمل ۲/۲۴۶] ''جس کی کلام فعل کے موافق نہ ہو وہ اپنے آپ کو توبیخ کرتا ہے''......اسی لئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا

یا أیها الرجل المعلم غیره　　هلا لنفسک کان ذا التعلیم

تصف الدواء لذی السقام وذی الضنا　　کیما یصح به وأنت سقیم

ابدأ بنفسک فإنها عن غیها　　فإذا انتهت عنه فأنت حکیم

لا تنه عن خلق وتأتی مثله　　عار علیک إذا فعلت عظیم

''اے لوگوں کو سکھلانے والے! کیوں نہیں اپنے آپ کو سکھلاتا تو بیماری اور لاغری کی دواء تو بیان کرتا ہے وہ کیسے صحیح ہو جبکہ تم خود مریض ہو اس لئے اپنے آپ سے شروع کر اور اپنے نفس کو اس کی ضلالت سے روک جب تو نے اس کو روک لیا تو پھر تو حکیم (حکمت داں) بن جائے گا۔ ایسی بات سے نہ روک جو خود کرتے ہو اور اگر خود عمل نہ کرو اور لوگوں کو اس کی تلقین کرو تو یہ بہت بڑا گناہ ہے (اس لئے خود بھی عمل کرو پھر اس کی لوگوں میں دعوت عام کرو) اس لئے میرے مسلمان بھائی! نیکی کا حکم تو دینا اور خود عمل نہ کرنا اسی طرح برائی سے روکنا لیکن خود برائیاں کرنا یہ جہاں دنیا میں ذلت ورسوائی ودعوتی میدان میں ناکامی کا سبب بنتا ہے وہاں یہ قیامت کے دن بھی عذاب الٰہی میں مبتلا کرے گا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا (یجاء الرجل یوم القیامة فیلقی فی النار فتندلق أقتابه فیدور بها فی النار کما یدور الحمار برحاه فیطیف به أهل النار فیقولون یا فلان ما أصابک ألم تکن تأمرنا بالمعروف وتنهانا عن المنکر؟ فیقول بلی کنت آمرکم بالمعروف ولا آتیه وأنهاکم عن المنکر وآتیه) [صحیح الجامع ۸۰۲۲، والصحیحة ۲۹۱، والبخاری ۳۰۹۴، ومسلم

[۲۹۸۹] ''قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر نکل پڑیں گی پھر جس طرح گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے اسی طرح یہ اپنی انتڑیوں کے گرد گھومے گا۔ جہنمی اس پر عاطفت (رحم) کھائیں گے اور پوچھیں گے کہ اے فلان! تمہیں کیا ہوا کیا تم ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتے تھے اور برائی سے ہمیں نہیں روکتے تھے تو وہ کہے گا ہاں کیوں نہیں لیکن میں تم کو نیکی کا حکم کرتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور تمہیں برائی سے منع کرتا تھا اور خود برائی کرتا تھا''...... اس لئے میرے محترم خطباء اور علماء وقراء بھائیو! اس کی طرف توجہ دینا ہمارا فرض ہے اور خصوصا جو میدان دعوت میں کافی تجربہ بھی کر چکے ہیں اور ناکام رہے ہیں ان کے لئے خصوصا لمحہ فکریہ ہے اس لئے آج ہی سے اللہ تعالیٰ سے توفیق کی دعا مانگیں پھر شاید موقع نہ مل سکے اور جوان کو تو بڑھاپے کی (غلط) امید ہوگی لیکن بوڑھے کو کسی کی امید ہوتے؟ بقول شاعر

قال الشباب لعلنا في شيبنا ندع الذنوب فما يقول الأشيب

''جوان تو کہتے ہیں کہ ہم شاید بڑھاپے میں گناہوں کو چھوڑ دیں تو بوڑھا کیا کہتا اور کیا کہے گا؟''...... امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ خود بھی نیک کام کرنا اور برائی سے رکنا یہی سلف صالحین کا میزہ تھا جس وجہ سے شاعر کا قول ان پر فٹ آتا ہے

قد مات قوم وهم في الناس أحياء

''کتنے ہی لوگ مر چکے ہیں لیکن وہ لوگوں میں (نیک اعمال کی وجہ سے) زندہ ہیں''...... اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں نیکی کا حکم کرنے اور خود بھی عمل کرنے اور برائی سے روکنے اور خود بھی اس سے رکنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۳۔ زبان کا صحیح استعمال

تبلیغ قرآن کے ہدف کو پانے کیلئے ضرورت یہ ہے کہ دعوتی میدان ہو یا تدریسی

کسی بھی میدان میں اس مشن کا حامل اپنی زبان کا استعمال صحیح کرے جس کی چند مہم جزئیات درج ذیل ہیں:

☆ کلام کی وضاحت:

یعنی توحید وسنت پر بحث کرتے ہوئے کلام کو واضح کرے تاکہ حجت قائم ہو اور لوگوں پر اثر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا طریقہ کار تھا کہ وہ کلام ٹھہر کر اور اچھی طرح کرتے جیسا کہ روایت کے لفظ ہیں کہ (كان كلامه كلاما فصلا يفهمه كل من سمعه) [صحيح الجامع ۴۸۲۶ والصحيحة ۲۰۹۷] ''آپ ﷺ کی کلام فصل (واضح) ہوتی تھی جو بھی سنتا اس کو سمجھتا تھا''......اور جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (كان في كلامه ترتيل أو ترسيل) [صحيح الجامع ۴۸۲۳ والمشكاة ۵۸۲۷] ''آپ ﷺ کی کلام میں ٹھہراؤ یا (درستگی سے بولنا) آہستگی تھی''......اور انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (كان إذا تكلم بكلمة أعادها ثلاثا حتىٰ تفهم عنه وإذا أتى على قوم فسلم عليهم سلم عليهم ثلاثا) [صحيح الجامع ۴۶۹۴] ''آپ ﷺ جب کوئی بات کرتے تو تین مرتبہ اسے دہراتے حتیٰ کہ سمجھ لی جاتی اور جب کسی قوم پر آتے تو سلام کرتے تو تین مرتبہ''......تو خطبائے کیلئے اور علماء کیلئے یہاں لمحہ فکر یہ کہ تقریر وخطبہ سے مقصود تو دین کی سمجھ ہے لیکن اگر جذبات کی گاڑی پر سوار ہو کر لوگوں کے ساتھ مشکل اور تیز زبان بولی تو مقصود فوت ہو جائے گا بلکہ ایک غلط مقصود سامنے آئے گا کہ جناب والا اپنا آپ دکھلانا چاہتے ہیں لیکن جب کسی تحریکی تقابل کا موقع آئے تو اپنے منہج ونصب العین کو شد ومد اور جارحیت کے ساتھ بیان کرنے میں ممانعت نہیں لیکن یہ ہر وقت بھی نہیں۔

☆ زبان میں نرمی:

زبان کی نرمی ایک اہم محرک ہے جو سامع کے جذبات کو کنڈی کے ساتھ مچھلی کو

کھینچنے کے مترادف ہے چنانچہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا تھا ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران ۱۵۹] ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ آپ ان پر نرم دل ہیں اور اگر آپ بد زبان اور سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے پاس سے چھٹ جاتے''...... تو اس آیت کریمہ میں تبلیغ قرآن کے داعی کیلئے ایک واضح منہج ہے کہ وہ دعوت میں زبان کو کھردری اور ترش اور سخت نہ کرے بلکہ ہر شرک و بدعت کی بیخ کنی ضروری کرے۔اس کی جڑیں ضرور اکھاڑے لیکن نرمی کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إن الله تعالىٰ رفيق يحب الرفق ويعطي عليه ما لا يعطي على العنف) [صحيح الجامع ١٧٧١] ''اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی کے ساتھ وہ کچھ دیتے ہیں جو سختی کے ساتھ نہیں دیتے''...... اور یہ بھی فرمایا (إن الله رفيق يحب الرفق ويرضاه ويعين عليه ما لا يعين على العنف) [صحيح الجامع ١٧٧٠] ''اللہ تعالیٰ نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور اس سے راضی ہوتے ہیں اور نرمی پر مدد کرتے جو سختی پر نہیں کرتے''...... اور یہ بھی فرمایا کہ (إن الله تعالىٰ يحب الرفق في الأمر كله) [صحيح الجامع ١٨٨١] ''اللہ تعالیٰ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتے ہیں''...... کیونکہ جس کام میں نرمی آجائے اسے وہ مزین کر دیتی ہے اور جس میں سختی آجائے اس کو عیب دار بنا دیتی ہے'' [أبو داؤد ٤٧٩٨] اس لئے داعی کیلئے خصوصی طور پر زبان کی نرمی کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ وہ مبلغ ہے تکلیف پہنچانے والا تو نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (إن الله أرسلني مبلغا ولم يرسلني متعنتا) [صحيح الجامع ١٧١٥ والصحيحة ١٥١٦] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے مبلغ بنا کر بھیجا ہے تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا''...... اور یہ بھی فرمایا کہ (إن الله لم يبعثني معنتا ولا

متعنتا ولكن بعثني معلما ميسرا) [صحيح الجامع ١٨٠٦] ''اللہ تعالیٰ نے مجھے شدید اور تکلیف دینے والا نہیں بھیجا بلکہ ایک معلم اور آسانی کرنے والا بھیجا ہے'' ......تو داعی جب نرمی کو چھوڑتا ہے تو پھر سختی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں پر غلط فتوے لگاتا ہے ان کو کافر گردانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (أيما امرئ قال لأخيه كافر فقد باء بها أحدهما إن كان كما قال وإلا رجعت إليه) [صحيح الجامع ٢٦٩٨ ومسلم ١١١ والبخاري ٦١٠٤ والترمذي ٢٦٣٧، أحمد ٢٣/٢] ''جو آدمی اپنے بھائی کو کافر کہے تو اس بات کے ساتھ ان دونوں میں ایک لوٹے گا اگر تو وہ کافر ہوا ورنہ کہنے والے کی طرف ہی یہ بات لوٹے گی'' ......تو دیکھیں کوئی مسلمان شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کو کافر کہا جائے تو وہ اپنے بھائی کیلئے کیسے پسند کرتا ہے؟ اور آدمی کا ایمان ہی اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے اپنے بھائی کیلئے پسند نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (لا يؤمن أحدكم حتىٰ يحب لأخيه ما يحب لنفسه) [مسلم ١٦٨ والبخاري ١٣ والترمذي ٢٥١٥ والنسائي ٥٠٣٢، ٥٠٥٤ وابن ماجه ٦٦] ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کیلئے وہ چیز نہ پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے'' ......تو اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کافر نہیں کہلواتا تو کسی کو معین کافر کیوں کہتا ہے اگر خود کو ملعون کہلاتا نہیں تو کسی کو کیوں کہتا ہے اور مومن تو لعنت کسی پر کرتا ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (لا يكون المؤمن لعانا) [صحيح الجامع ٧٧٧٤] ''مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا'' ......اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (لا يكون اللعانون شفعاء ولا شهداء يوم القيامة) [صحيح الجامع ٧٧٧٣] ''قیامت کے دن لعنت کرنے والے نہ کسی کے سفارشی بن

سکیں گے نہ گواہ“ ...... اس لئے جن لوگوں کے بارے یقینی علم نہ ہو کہ وہ کافر ہی مرے ان کا خاتمہ کفر پر ہی ہوا ان پر لعنت کرنا جائز نہیں اگر پتہ ہو یقینی طور پر تو پھر جائز ہے لیکن اس کے علاوہ کسی سے بڑے سے بڑا گناہ ہو جائے تو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ مرنے سے پہلے اس نے پکی توبہ (توبہ نصوحہ) کرلی ہو جس کا ہمیں علم نہیں البتہ جن بعض معاصی پر لعنت کا لفظ آیا ہے ان کے مرتکبین کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لعنت والے کام کر رہے ہیں اور اگر انہوں نے ان گناہوں سے توبہ نہ کی تو یہ بارگاہ الٰہی میں ملعون قرار پا سکتے ہیں۔ اس لئے جب داعی زبان میں نرمی کو دور کر دیتا ہے تو پھر یہ بھی کہنے سے باز نہیں آتا کہ فلاں جہنمی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ (إن رجلا قال واللہ لا یغفر اللہ لفلان قال اللہ من ذا الذی یتألی علی أن لا أغفر لفلان؟ فإنی قد غفرت لفلان وأحبطت عملک) [صحیح الجامع ۲۰۷۵ والصحیحة ۱۶۸۵ ومختصر مسلم ۱۷۸۸] ”ایک آدمی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! فلاں کو اللہ نہیں بخشیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو مجھ پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا؟ بے شک میں نے اس کو (فلان کو) بخش دیا ہے اور تیرے اعمال ضائع کر دیئے ہیں“ ...... اور آپ ﷺ نے اس سے بڑھ کر بھی بیان کیا ہے کہ (کان رجلان فی بنی إسرائیل متواخیان وکان أحدهما مذنبا والآخر مجتهدا فی العبادة وکان لا یزال المجتهد یری الآخر علی الذنب فیقول أقصر فوجده یوما علی ذنب فقال له أقصر فقال: خلنی وربی أبعثت علی رقیبا فقال واللہ لا یغفر اللہ لک أو لا یدخلک اللہ الجنة فقبض روحهما فاجتمعا عند رب العالمین فقال لهذا المجتهد أکنت بی عالما؟ أو کنت علی ما فی یدی قادرا؟ وقال للمذنب اذهب فادخل الجنة

برحمتي وقال للآخر اذهبوا به إلى النار) [صحيح الجامع ۴۴۵۵ والمشكاة ۲۳۴۷] ''بنی اسرائیل میں دو آدمی بھائی بھائی تھے ان میں سے ایک گنہگار تھا اور دوسرا عبادت گزار تھا تو عبادت گزار اس کو ہمیشہ گناہ پر دیکھتا اور کہتا باز آجا (آخر) ایک دن ایک گناہ کرتے ہوئے اس کو پایا اور کہا رک جا (باز آجا) تو گنہگار کہنے لگا کہ مجھے اور میرے رب کو چھوڑ دیئے کیا تو مجھ پر داروغہ بن کر بھیجا گیا ہے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہیں کرے گا یا تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا پھر دونوں کی روحیں قبض کی گئیں تو وہ دونوں رب العالمین کے پاس جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس عبادت گزار کو فرمایا کہ تم مجھے جانتے ہو؟ (یعنی میرے فیصلوں کو جانتے ہو) یا جو میرے ہاتھ میں اس پر قادر ہو؟ اور گنہگار کو فرمایا کہ جا میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے کو کہا کہ اس کو آگ میں لے جاؤ'' ...... اس لئے میرے بھائی! فتوے بازی سے باز آنا اپنے آپ کو جہنم سے بچانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (من أفتى بغير علم كان إثمه على من أفتاه ......) [صحيح الجامع ۲۰۶۸] ''جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے'' ...... اور فرمایا (من أفتي بفتيا غير ثبت فإنما على من أفتاه) [صحيح الجامع ۲۰۶۹] ''جس نے ایسا فتویٰ دیا جو ثابت ہی نہیں (قرآن وسنت میں) تو اس کا گناہ مفتی پر ہے'' ...... اس لئے فتوے لگانے کی بجائے اس کو سمجھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (المؤمن مرآة المؤمن) [صحيح الجامع ۶۶۵۵ والصحيحة ۹۲۶] ''مومن مومن کا شیشہ ہوتا ہے'' ...... اس لئے بسا اوقات خود میں غلطی زیادہ ہوتی ہے وہ نظر نہیں آتی اور دوسرے کی معمولی سی بھی نظر آجاتی ہے جیسا کہ فرمان نبوی ہے (يبصر أحدكم القذى في عين أخيه وينسى الجذع في عينه) [صحيح الجامع

۸۰۱۳، والصحیحۃ ۳۳] ''تم کو اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا بھی دکھائی دیتا ہے اور اپنی آنکھ میں شہتیر بھی نظر نہیں آتا''...... اس لئے مومن کو اپنے ساتھ ملانا چاہیئے تاکہ مومنوں کی قوت بڑھے کیونکہ فرمان نبوی ہے (المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا) [صحیح الجامع ۶۶۵۴ ومسلم ۱۷۷۳] ''مومن مومن کیلئے دیوار کی طرح ہے جس طرح دیوار کا بعض حصہ بعض کو تقویت دیتا ہے''...... (اسی طرح مومن مومن کو قوی کرتا ہے)

اے میرے بھائی! جب داعی زبان کی نرمی کو چھوڑتا ہے ہے تو اس کی قساوت وجفاوت وبذاءت کی تلوار سے بڑے اور علماء بھی محفوظ نہیں رہتے وہ پھر اپنی اس آگ کو بڑوں کی عزتوں کو پامال کرنے کیلئے برساتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (من لم یرحم صغیرنا ویعرف حق کبیرنا فلیس منا) [صحیح الجامع ۶۵۴۰، وصحیح الترغیب ۹۸] ''جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کا حق نہ پہچانے تو وہ ہم میں سے نہیں''...... اور یہ بھی فرمایا (لیس منا من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ) [صحیح الجامع ۵۴۴۳] ''جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور نہ چھوٹے پر رحم کرے اور نہ ہمارے عالم کا حق پہچانے وہ ہم میں سے نہیں''...... اور ایک تیسری روایت میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں (لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا) [صحیح الجامع ۵۴۴۴، وصحیح الترغیب ۹۸] ''جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور نہ ہی ہمارے بڑے کا شرف پہچانے وہ ہم میں سے نہیں''...... اور ایک چوتھی روایت میں فرماتے ہیں (لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویؤقر کبیرنا) [صحیح الجامع ۵۴۴۵، والصحیحۃ ۲۱۹۶] ''جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ

ہم میں سے نہیں“...... اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (البرکة مع أکابرکم) [صحیح الجامع ۲۸۸۴ والصحیحة ۱۷۷۸] ”برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے“...... اور عبد اللہ بن سہل خیبر کی کھجوروں میں قتل ہو گئے تو ان کے ساتھ محیصہ بن مسعود اور حویصہ بن مسعود اور عبد الرحمٰن بن سہل اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے پاس آئے تو عبد الرحمٰن جو سب سے چھوٹے تھے اس قتیل کے معاملہ میں بات کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا (کبر کبر) [صحیح الجامع ۴۴۷۱ والبخاری ۶۱۴۳، ۳۱۷۳، ۶۸۹۸، ۷۱۹۲، والإرواء ۱۶۴۶] ”بڑا بات کرے بڑا بات کرے“...... اور ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ (الکبر الکبر) [صحیح الجامع ۴۶۰۷ والنسائی ۴۷۰۲۸] ”بڑا بات کرے، بڑے کو بات کرنے دو“...... تو میرے محترم بھائی ان تمام روایات سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ بڑوں کا احترام ضرور کرے اگر چہ وہ حق بات کرنا چاہتا ہے تو احترام کو ملحوظ خاطر رکھ کر کیونکہ مقصور تو اصلاح ہے نہ کہ فساد ہے اور کسی بھی کام میں جب اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو تو اس کو کشمکش کا شکار ہونے سے بچانا انتہائی فراست کی علامت ہے اس لئے اگر اس کے جذبات اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھے ہیں تو پہلے اپنے نفس کو کنٹرول کرے پھر کسی کو قائل کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے تو فرمایا تھا کہ (المجاهد من جاهد نفسه في الله) [صحیح الجامع ۶۶۷۹ والصحیحة ۵۴۹] ”مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے نفس سے جہاد کرے“...... اسے برائی اور بدتمیزی اور ہر غلط سوچ وفکر اور قول وفعل سے بچائے اس لئے داعی کو مجاہد بننا چاہئے جو اپنے نفس سے جہاد کرتا ہوا میدان کارزار میں اترے اور دشمن اسلام کو ناکوں چنے چبوادے۔ اس لئے بدتمیزی سے بچ کر احترام کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس کو آپ برا

کہہ رہے ہیں ممکن ہے کہ کل کو وہ صحیح ہو جائے جو آج تمہارا دشمن ہے وہ کل کو بہترین ساتھی اور ہم نشین بن جائے اسی لئے شاعر کہتا ہے کہ اپنے ساتھی پر اتنا اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ کل کو وہ بھی دشمن بن سکتا ہے جس طرح دشمن ساتھی بن سکتا ہے

لا تظهرن مودة لحبيب   فترى بعينك منه كل عجيب

أظهرت يوما للحبيب مودتي   فأخذت من هجرانه بنصيب

''اپنے دوست کیلئے بھی اتنی محبت ظاہر نہ کریں عنقریب تو اس سے بھی عجیب چیزیں دیکھے گا میں نے اپنے حبیب کو اپنی محبت کا بتلایا تو مجھے اس کی ناراضگی کا حصہ لینا پڑا'' ...... اسلئے دشمن سے ایک مرتبہ ڈریں تو تجن سے ہزار مرتبہ ڈرنا چاہئے بقول شاعر

احذر عدوک مرة   واحذر صديقك ألف مرة

فلربما انقلب الصد   يق فكان أدرى بالمضرة

''اپنے دشمن سے ایک مرتبہ ڈر (بچ) اور اپنے دوست سے ہزار مرتبہ بچ۔ بسا اوقات دوست بدل جائے تو تکلیف دینے میں زیادہ ہوگا'' ...... (کیونکہ وہ ساری کمزوریاں جانتا ہوتا ہے) اسے لئے جو بھی کام ہو اس کو چھپا کر کریں یہ نہ ہو کہ ایک دن محبت اور اسلامی اخوت کے نعرے اور دوسرے دن عداوت وبغض کے جلسے چنانچہ اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا تھا (استعينوا على قضاء أموركم بالكتمان) [ابن حبان في روضة العقلاء والنهمي في تاريخ جرجان ١٨٢] ''اپنے امور کو کرنے میں چھپا کر مدد طلب کرو'' ...... یعنی اسلامی طور پر محبت کا اظہار کرو لیکن اتنا ظہور نہ کرو کہ اگلا شخص تمہیں اپنا محتاج سمجھنے لگ جائے۔ اور یہی توازن ہے بلکہ یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ اس کو میرے اور مجھے اس کے شر سے بچائے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اعتدال وتوازن جب کسی چیز میں آجائیں تو وہ چیز فساد کا شکار نہیں ہوتی۔ میری اللہ تعالیٰ سے دعا

ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زبان میں نرمی پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆ زبان کی مٹھاس (شیرینی)

زبان کے صحیح استعمال میں جہاں کلام کی وضاحت اور نرمی ہے اسی طرح زبان کی نرمی کا اعلیٰ اور آخری درجہ زبان کا حسن خلق کا زیور پہننا اور میٹھی ہونا ہے اور زبان کا میٹھا ہونا بہت بڑی خیر و بھلائی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس بابت فرماتے ہیں کہ (إن الناس لم يعطوا شيئا خيرا من خلق حسن) [صحيح الجامع ١٩٧٧ والمشكاة ٥٠٧٩ وتحفة الأخيار نحوه ٥١٨٣ وأدب المفرد نحوه ٢٩١] ''لوگ اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی بھی چیز نہیں دیئے گئے (یعنی سب سے اچھی چیز جو لوگوں کو ملتی ہے وہ اچھا اخلاق ہے)''......اچھا اخلاق دو پیمانوں پر تولہ جاتا ہے۔ایک اس کی زبان اچھی ہو یعنی گفتگو اور کلام میں سلیقہ ہو اور پھر صاحب گفتگو میں منجھا پن ہو وہ لایعنی حرکات کا مرتکب نہ ہو بلکہ اس کا چلنا پھرنا از خود اخلاق، کردار، اچھی عادات کا مرقع ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کل کائنات سے بہتر اخلاق کا مالک اپنے پیارے نبی کو گردانا اور فرمایا ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ [القلم ۴] ''بے شک آپ (ﷺ) بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں''......اور اگر اخلاق کی پاسداری نہ کی جائے تو بسا اوقات انسان ایسی غلط بات کر دیتا ہے کہ جہنم میں جا گرے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (إن الرجل ليتكلم بالكلمة لا يرىٰ بها بأسا يهوى بها سبعين خريفا فى النار) [صحيح الجامع ١٦١٨، والصحيحة ٥٤٠] ''آدمی بسا اوقات لاپرواہی سے ایسی بات کرتا ہے کہ اس کے سبب وہ جہنم میں ۷۰ سال کی مسافت میں جا گرتا ہے''......اسی لئے فرمایا کہ (من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فإذا شهد أمرا فليتكلم بخير أو ليسكت) [صحيح الجامع ٦٥٠٠ ومختصر مسلم ٨٤٤] ''جو

اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ جب کوئی کام دیکھے تو وہ یا تو اچھی کلام کرے یا پھر خاموش رہے‘‘......اور فرمایا(من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیحسن إلی جارہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا أو لیسکت) [صحیح الجامع ۶۵۰۱، ومختصر صحیح مسلم ۳۲] ’’جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ یا اچھی بات کہے یا خاموش رہے‘‘......تو اسی حسن خلق کے پیمانہ (اچھی گفتگو اچھی کلام) کے بارے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا(إن أکمل المؤمنین إیمانا أحسنھم خلقا وإن حسن الخلق لیبلغ درجۃ الصوم والصلاۃ) [صحیح الجامع ۱۵۷۸، والصحیحۃ ۱۵۹۰ وتحفۃ الأخیار ۵۱۹۲، ۵۱۹۳] ’’مومنوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا خلق اچھا ہے اور حسن خلق کے ساتھ انسان نماز وروزے کے درجے کو پہنچ جاتا ہے‘‘......اور یہ بھی فرمایا(إن الرجل لیدرک بحسن خلقہ درجات قائم اللیل وصائم النھار) [صحیح الجامع ۱۶۲۰، ۱۶۲۱ والصحیحۃ ۷۹۵ وتحفۃ الأخیار ۵۱۸۹] ’’آدمی اپنے حسن خلق کی وجہ سے رات کے قیام کرنے والے اور دن کو روزے رکھنے والے کے درجات کو پہنچ سکتا ہے‘‘......اور فرمایا(إن من أقربکم منی منزلۃ یوم القیامۃ أحاسنکم أخلاقا فی الدنیا) [صحیح الجامع ۱۵۷۳ والصحیحۃ ۷۹۲] ’’تم میں سے قیامت کے دن منزلت کے اعتبار سے میرے قریب وہ ہوگا جو تم میں سے دنیا میں خلق کے اعتبار سے اچھا ہوگا‘‘......اور فرمایا(إن من أحبکم إلی وأقربکم منی مجلسا یوم القیامۃ

أحاسنكم أخلاقا) [صحيح الجامع ٢٢٠١ والصحيحة ٧٩١] ''قیامت کے دن تم میں سے زیادہ پسندیدہ اور مجھ سے قریب مجلس کے اعتبار سے وہ ہوگا جو تم میں سے اخلاق میں اچھا ہوگا''......اور فرمایا (ليس شيء أثقل في الميزان من الخلق الحسن) [صحيح الجامع ٥٣٩٠ والصحيحة ٨٧٦ وتحفة الأخيار ٥١٨٨ والترمذي ٢٠٠٢، ٢٠٠٣] ''حسن خلق سے بڑھ کر کوئی بھی چیز میزان (حسنات) میں بھاری نہیں ہوگی''......اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں لے جانے والی کون سی چیز ہے تو فرمایا (بحسن الخلق وبتقوى الله) [تحفة الأخيار ٥١٩١ وابن ماجه ٤٢٦٥ والترمذي ٢٠٠٤ وابن حبان ٤٧٦ وأحمد ٢/٢٩١] ''حسن خلق اور اللہ تعالیٰ کے خوف (تقویٰ) کے ساتھ''......اور فرمایا (أنا زعيم بيت في ربض الجنة لمن ترك المراء وإن كان محقا وبيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب وإن كان مازحا وبيت في أعلى الجنة لمن حسن خلقه) [صحيح الجامع ١٤٦٤ والصحيحة ٢٧٣] ''میں اس شخص کو گارنٹی دیتا ہوں جنت کے چبوترے پر گھر کی جو سچا ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کو جنت کے وسط (درمیان) میں گھر کی جو مزاح کرتے ہوئے بھی جھوٹ کو چھوڑ دے اور اس شخص کو جنت کی اوپر والی منزلوں میں گھر کی جو اپنے خلق کو اچھا کرلے''......کتنا ہی عظیم اجر ہے اس کا لیکن افسوس ہے کہ آج کل کے مسلمان اس کو چھوڑ چکے ہیں عوام تو ہوتے ہی ہوام (نابلد، چوپائیوں کی طرح) ہیں علماء وفضلاء اس اجر عظیم اور نعمت عظیمہ سے محروم ہو چکے ہیں کتنے ہی علماء ومشائخ اپنے بدخلق ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس علوم ہیں لوگوں کو محروم کرتے ہیں (لوگ ان کے پاس نہیں آتے) حتیٰ کہ بعض تو سلام بھی صحیح نہیں لیتے اور یہ مشاہداتی بات ہے کہ کتنے ہی علم ومعرفت کے پیاسے مشائخ (حتیٰ کہ بعض ائمہ

الحرمین) کے ساتھ خوشی اور جذبات کی افتاد کے ساتھ ملاقات وسلام کی غرض سے گئے اور آخر جو عزت سینے میں لے کر گئے وہ نکال کر بغض اور نفرت بھر کر لائے اس لئے میری تمام مسلمانوں کو عموماً اور علماء ومشائخ کو خصوصاً بڑی محبت واحترام سے گزارش ہے کہ وہ حسن خلق کو اپنائیں اور اپنے آئیڈیل محمد رسول اللہ ﷺ کو بنائیں جو کل کائنات سے بڑے عہدے پر تھے بڑی عزت والے تھے لیکن ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کو بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے وہ لوگوں کو بہانوں سے ٹالتے نہیں تھے نہ ہی کسی کو کمتر سمجھتے تھے اور نہ ہی بچوں اور بیویوں کو سکھلاتے تھے کہ کوئی آئے تو کہنا گھر میں نہیں ہیں بلکہ جو جب بھی آیا اپنا ایمان تازہ کر کے بڑھا کر گیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (بعثت لأتمم صالح الأخلاق) [صحيح الجامع ٢٨٣٣ والصحيحة ٨٠٩ وتحفة الأخيار ٥١٩٤] ''میں تو نیک اخلاق کو مکمل کرنے کیلئے بھیجا گیا ہوں''......تو علماء ہوتے ہوئے خصوصاً اور امت محمدی ہوتے ہوئے عموماً ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان کو قدوہ بنائیں تاکہ نعمت اسلام زیادہ پھل پھول سکے''...... اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العلمین

حسن خلق کے پیمانے کا دوسرا جزوِ لاینفک انسان کا منجھا پن ہونا ہے کہ وہ گندی حرکات غلط لباس ومزاق سے بچے بلکہ جس طرح اس نے زبان کو حسن خلق کا لباس پہنایا ہے اسی طرح اپنی عادات ولباس کو، طریق معاملات کو بھی حسن خلق کا لبادہ اوڑھائے نہ کہ اپنے آپ کو زاہد اور ولی باور کروانے کیلئے گندے اور پھٹے پرانے لباس پہننا اور ہر وقت منہ بھوسڑے رکھے بلکہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کو نعمت دی ہے اس کا زبان اور فعل دونوں سے شکر ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (إن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده) [الترمذي ٢٨١٩، الحاكم ١٣٥/٤] ''اللہ

تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھیں'' ......اور یہ بھی فرمایا (إن الله إذا أنعم علی عبد نعمة أحب أن تری علیه) [النسائی ۵۲۳۸، ۵۸۳۹، والترمذی ۲۰۰۶ وأحمد ۴۷۳/۳، وأبو داؤد ۴۰۶۳، والحاکم ۱۴۱/۴] ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر جب انعام کرتے ہیں تو وہ پسند کرتے ہیں کہ یہ نعمت اس پر دیکھی جائے'' ......اور فرمایا (إذا أتاک الله مالا فلیر أثر نعمة الله علیک و کرامته) [صحیح الجامع ۲۵۴ والروض النضیر ۸۵۲ وغایة المرام ۷۵ والمشکاة ۴۳۵۲] ''جب اللہ تعالیٰ تیرے پاس مال لے آئے پس اللہ تعالیٰ کی نعمت وکرامت تجھ پر نظر آنی چاہیے'' ......اور فرمایا (إذا أتاک الله مالا فلیر علیک فإن الله یحب أن یری أثره علی عبده حسنا ولا یحب البؤس والتباؤس) [صحیح الجامع ۲۵۵ والصحیحة ۱۲۹۰، ۱۳۲۰، وغایة المرام ۷۶] ''جب اللہ تعالیٰ تیرے پاس مال لے آئیں (مال دے دیں) تو تجھ پر نظر آنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا اچھا اثر اپنے بندے پر دیکھنا چاہتے ہیں اور مفلس (بہت حاجت مندی کو ظاہر کرنا) اور مفلسی کے بہانہ کرنے (تکلف کے ساتھ مفلس بننے) کو پسند نہیں فرماتے''۔

تو مذکورہ احادیث مبارکہ ان علماء وقراء کیلئے لمحہ فکریہ ہیں جو نہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو اپنی جان پر ہی خرچ کرتے ہیں بلکہ زہد کو ظاہر کرنے اور روپے بٹورنے کیلئے ایسی مسکینی والی شخصیت بنا کر لوگوں کے پاس جاتے ہیں کہ لوگ خود ہی ترس کھانے لگتے ہیں جس سے ایک تو اس داعی، عالم کی شخصیت لوگوں کے ہاں گر جاتی ہے وہ اس کو لائق اعتناء نہیں سمجھتے دوسرا اسلام کی اصلیت مسخ ہو کر رہ جاتی ہے۔اور یہ کوئی زندگی ہے کہ نہ انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے نہ اپنی ہی جان پر اور بچوں پر بلکہ یہ تو شرمندگی ہی شرمندگی ہے مال کا نہ

ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے لیکن ہو پھر اسے جوڑا جائے اور اپنی جان پر بھی خرچ نہ کیا جائے تو اس سے بڑھ کر کون بدقسمت و بدبخت ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن وہ وارثوں کیلئے جوڑے جارہا ہے اسی قسم کے لوگوں کیلئے فرمان نبوی ہے (إن الدنیا ملعونة ملعون ما فیها إلا ذکر الله وما والاه أو عالما أو متعلما) [صحیح الجامع ۱۶۰۹، وصحیح الترغیب ۷۱] ''بے شک دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور جو اس کی وصیت کرے یا عالم یا متعلم (طالبعلم)''...... اس لئے دنیا کو جوڑنے کا اور زمینیں (جو اللہ تعالیٰ کی ہیں) اپنے نام کرانے سے بچو اور زمینوں کی محبت کو چھوڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ (لا تتخذوا الضیعة فترغبوا فی الدنیا) [صحیح الجامع ۷۲۱۴ والصحیحة ۱۲] ''جائیداد کو نہ (طلب کرو) لو وگرنہ تم دنیا میں راغب ہو جاؤ گے''...... اور دنیا میں راغب ہونا ہی ملعون بن جانا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اگر دیا ہے تو حلال کاموں میں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں، مجاہدین وفقراء ومساکین پر اور اپنے اوپر اور گھر والوں پر خرچ کرو اور یہ سارے کا سارا صدقہ لکھا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو اپنا آئیڈیل بناؤ جو سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کرتے تھے لیکن ایک جبہ رکھا ہوا تھا وفود کی ملاقات کیلئے تاکہ اسلام کی عظمت واضح ہو، اور تمیم داری نے ایک ہزار کا حلہ (خلعت فاخرہ) لیا جو پہن کر تراویح پڑھاتے تھے [صید الخاطر ۶۰] اس لئے نیت کو خالص کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کیا کرو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اسلام کی عظمت ہے بقول شاعر

حسن ثیابک ما استطعت فإنها ۔۔۔ زین الرجال بها تعز وتکرم

ودع التواضح فی الثیاب تخشنا ۔۔۔ فالله یعلم ما تسر وتکتم

فرثاث ثوبک لا یزیدک رفعة　　عند الإلـه وأنت عبد مجرم

وجدید ثوبک لا یضرک بعدک أن　　تخشی الإلـه وتتقی ما یحرم

''لباس کو جتنا ہو سکے اتنا ہی اچھا کرو (مراد نیا لباس نہیں اگر پرانا بھی ہوتو اس کو نظافت وصفائی سے رکھا جائے) کیونکہ یہ چیز مردوں کیلئے زینت ہے اور اسی کے ساتھ عزت وتکریم کی جاتی ہے، اور موٹا (سخت) کھردرا لباس پہن کر تواضع لانا چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو تم دل میں چھپاتے ہو خوب جانتے ہیں۔ کپڑوں کا گندا ہونا (گھٹیا، ناکارہ ہونا) تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں بلندی میں زیادہ نہیں کر سکتا اگر تو بندہ ہی مجرم (گنہگار ہو) اور نئے کپڑے اللہ سے ڈرنے کے ساتھ اور حرام چیزوں سے بچنے کے ساتھ تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے''۔

الغرض اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے زمانے میں پہلے تشخص بے داغ اور با اعتماد بنایا تھا پھر دعوت دی تھی اس لئے تبلیغ قرآن میں داعی کا زبان ولباس کے حسن کا ہونا ضروری ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تبلیغ قرآن کو احسن انداز میں نبھانے کی توفیق دے۔ آمین

واللہ أعلم وعلمه أتم، وإسناد العلم إليه أسلم

الخلاصة والخاتمة

اللہ رب العلمین کا لا تعداد اور لا متناہی شکر ہے کہ جس نے مجھے توفیق دی کہ میں اس کتابچہ کو مکمل کر سکا اور اب انہیں سے فقیرانہ وعاجزانہ التجا ہے کہ اس کوشش کو قبول فرما کر مقبول انام بنائیں۔ (آمین) چنانچہ گزشتہ گفتگو کا خلاصہ مندرجہ ذیل نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

- ہر شخص اپنے حقوق کا رونا روتا ہے لیکن وہ قرآن مجید کے حقوق خود ادا کرنے سے بھاگتا ہے۔ جو اس کے تخلّف و پریشانی اور تنزل کا اصل سبب ہے۔
- قرآن مجید کا لغوی معنی کسی چیز کو جمع کرنا اور ملانا ہے چنانچہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو پورے عالم اسلام کو ایک اسٹیج پر جمع کر سکتی اور ملا سکتی ہے اور تمام مشکلات کا حل پیش کر سکتی ہے لیکن کاش مسلمان اس کو سینے سے لگالیں۔
- قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کلام ہے جو جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترا جس کی ابتداء فاتحہ سے ہوتی ہے اور انتہاء سورۃ الناس پر ہوتی ہے جو مصاحف میں لکھی گئی اور اس کی تلاوت باعث اجر وثواب ہے۔
- قرآن مجید اللہ کی طرف سے ایک رسی ہے اور منبع نور ہدایت اور مصدر اسلام ہے۔
- قرآن مجید کی تلاوت جہاں باعث اجر وثواب ہے وہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کی دلیل ہے اور اس پر عمل بلندی اور اس سے انحراف تنزل کا باعث ہے۔
- قرآن مجید زمین میں عزت کا باعث اور بہترین سفارشی اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور تاج کرامت کا موجب اور قابل رشک نعمت اور اس کا پڑھنے والا پوری کائنات

سے افضل ہے۔

- قرآن مجید کی بدولت اس کا قاری قیامت کو فرشتوں کی صف میں کھڑا ہو گا اور عجیب وغریب اعزاز وشرف سے نوازا جائے گا اس لئے اس کی تعظیم واحترام اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی علامت ہے۔
- قرآن مجید کا حق ہے کہ ہم اسے یہ یقین کے ساتھ تسلیم کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نبی کریم ﷺ پر ہماری رشد وہدایت کیلئے اترا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی کلام ہے اور نہ ہی سابقہ کتب کا اقتباس ہے جیسا کہ ملحدین ومستشرقین کا نظریہ ہے۔
- قرآن مجید کو یکبارگی نہ اُتارنے کی اصل وجہ یہی تھی کہ یہ دل میں گھر کر جائے آج بھی اگر قاری آہستہ آہستہ پڑھے تو اس کو نہیں بھولتا۔
- قرآن مجید سات حروف میں (قراءات عشرہ) میں نازل ہوا اور پھر صحابہ نے اس کو سیکھا اور نمازوں میں بھی پڑھا اور اس کا نزول (سات حروف میں) باعث رحمت اور آسانی بن کر آیا جس کو آج فتنہ کہہ کر انکار کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر سراسر اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ اسی نے ہی اتارا اور وہ ہی محافظ ہے اس لئے اس میں کمی وبیشی کا سوال متصور ہی نہیں ہوسکتا۔
- قرآن مجید سات حروف میں اترا تھا جس کو بعد میں قراءات عشرہ کا اصطلاحی نام دے کر ایک باقاعدہ علم بنادیا گیا یہ (حروف) باقاعدہ ۱۲ ہزار صحابہ کے اجماع سے مصاحف میں لکھے گئے اور پوری امت کا اس پر اجماع بھی ہے کہ یہ منزل من اللہ ہیں نہ کہ بعد میں شامل شدہ چیز ہے جیسا کہ مستشرقین اور ان کے ہمنوا کہتے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کو مطعون کرتے ہیں۔

- قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اسکو ترتیل سے پڑھا جائے کیونکہ اللہ نے خود بھی اسکو ترتیل سے پڑھا اور نبی کریم ﷺ کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ترتیل سے اسکو پڑھیں۔
- ترتیل کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر خوش اسلوبی وتدبر معانی اور اس ادا کی رعایت کرتے ہوئے پڑھا جائے جس پر یہ اترا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس کو ترتیل سے ہی پڑھا تھا اور قیامت کے دن بھی قاری قرآن کو ترتیل پڑھنے کا ہی حکم ہوگا کیونکہ ترتیل سے نہ پڑھنے سے معانی ومدعا میں وہ بگاڑ ہوتا ہے کہ نماز بھی باطل ہونے کا خطرہ لاحق ہوجاتا ہے۔
- قرآن مجید کی ترتیل کا انکار کرنے والا یا تو گنہگار ہے یا متکبر ہے یا پھر معذور ہے خود پڑھ نہیں سکتا لیکن جب سورج چڑھا ہوا ہو تو اس کی مزید (اجالے کے علاوہ) دلیل طلب کرنا اپنے آپ کو دماغی مریض باور کروانے کے مترادف ہے۔
- قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنا ترتیل کا جزوِ لاینفک ہے کیونکہ حسن صوت جہاں اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہاں یہ اس کی تاثیر میں اضافہ کرتی ہے اور مزید قرآن مجید میں نکھار پیدا کرتی ہے اور خشوع وخضوع کیلئے بہترین نسخہ ہے شرط ہے کہ حسن صوت کے ساتھ خشیت الٰہی مل جائے اور ریاکاری نہ ہو تاکہ منافق کی روش نہ اختیار ہوجائے۔
- قرآن مجید کی تلاوت کا معمول بنانا اس کا حق ہے اس کو یاد کرنا پھر اس کو بھلانا سخت گناہ ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ چالیس دن میں ضرور ختم کرنا چاہئے اور جب تک دل پسندی ہو تلاوت کرنا اور جب اکتاہٹ ہو اور اختلاف پیدا ہو تو اٹھ کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ اس میں جھگڑنا کفر ہے۔
- قرآن مجید کی تلاوت درکوع وسجود میں نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ منع ہے اور احکام

شریعت سے ناواقفی کی علامت ہے اس لئے قرآن مجید کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ شرعی محظورات سے بچا جا سکے اور دین میں فقاہت حاصل ہو سکے جو کہ بہت بڑی نعمت ہے۔

- قرآن مجید حقیقت میں عمل کیلئے ہی نازل ہوا اور تلاوت وتفقہ تو اس کے لوازمات ہیں چنانچہ عدم عمل سے اس شخص کا ایمان ہی متحقق نہیں ہوتا جو قرآن کی حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال کرے اور یہی تورات وانجیل کے محرف ہونے کا سبب تھا کہ وہ (یہود ونصاریٰ) عمل نہیں کرتے تھے۔
- قرآن مجید کی تبلیغ کا ہر مسلمان پر حق ہے جس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں خواہ کسی کو ایک آیت بھی آتی ہو اس کو آگے پہنچانا اس پر فرض ہے ورنہ قیامت کے دن اس کے بارے اسے پوچھا جائے گا کیونکہ اس کا وعدہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا گیا تھا کہ وہ آگے پہنچائیں اور ہر جاننے والا آگے پہنچائے۔
- کسی بھی بگڑے زمانے کو سدھارنے کیلئے نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا اور خود نیکی کرنا اور برائی سے رکنا اور زبان کا صحیح استعمال کرنا اور حسن خلق اور استقلال سے لگے رہنا اصل تبلیغ قرآن کی روح ہے۔
- نرم زبان اور حسن خلق جہاں اچھے نتائج لاتا ہے وہاں زبان کو فتوے بازی ولعنت وغیرہ سے بچاتا ہے جس کے (فتوے ولعنت کے) نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خریدار بن جاتا ہے۔

تو اے میرے مسلمان بھائی! یہ تھے قرآن کریم کے ہم پر مسلمان ہونے کے ناطے سے حقوق۔ میری اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ الٰہی ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے یہ نہ ہو کہ قیامت کو اسی قرآن کی وجہ سے ہم ان لوگوں میں شامل کردیئے جائیں

جن کے بارے قرآن بتلاتا ہے کہ ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ [الفرقان ۳۰] ''اور کہا رسول نے اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن مجید کو نظر انداز کر دیا''......اس لئے خالص نیت کر کے یہ کہہ دو کہ

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت قرآن کر جاؤں

کیونکہ اگر اخلاص نہ ہوا تو پھر کچھ فائدہ نہیں ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا (إن الله لا يقبل من العمل إلا ما كان له خالصا و ابتغي به وجهه) [صحيح الجامع ۱۸۵٦ و الصحيحة ۵۲] ''اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول فرماتے ہیں جو خالص اسی کیلئے اور اس کی رضا کیلئے کیا جائے''......اور جہاں تم دنیاوی علوم میں ماہر ہو دین کے علوم میں بھر ماہر ہو جاؤ کیونکہ ارشاد نبوی ہے (إن الله يبغض كل عالم بالدنيا جاهل بالآخرة) [صحيح الجامع ۱۸۷۹ و الصحيحة ۱۹۵] ''اللہ تعالیٰ دنیا کے بارے علم رکھنے والے اور آخرت کے بارے میں جہالت والے کو ناپسند کرتے ہیں''...... اس لئے محنت کرو اور احسن طریقے سے حقوق قرآن کو نبھاؤ کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ (إن الله يحب إذا عمل أحدكم عملاً أن يتقنه) [صحيح الجامع ۱۸۸۰ و الصحيحة ۱۱۱۳] ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی عمل کرے تو اس کو اچھی طرح پکا کرے''......لیکن پھر بھی قدرت کے باوجود ہم دین کا کام نہ کریں تو یہ بہت بڑا عیب ہے بقول شاعر

ولم أر في الناس عيبا كنقص القادرين على التمام

''لوگوں میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ قدرت تامہ کے باوجود وہ کچھ نہیں کرتے''......اس لئے دنیا والوں کو دیکھ کر دھوکے میں نہ پڑو بلکہ پچھلوں کو یاد کرو وہ تم

سے زیادہ قوت والے اور مالدار تھے لیکن بقول شاعر

کأنک لم تسمع بأخبار ما مضی　　　ولم تر فی الباقین ما یصنع الدهر

فإن کنت لا تدری فتلک دیارهم　　　محاها مجال الریح بعدهم والقبر

"گویا کہ تو نے پچھلوں کی خبریں سنیں ہی نہیں اور بقیہ کو دیکھا کہ زمانے نے ان کے ساتھ کیا کیا پس اگر تو نہیں جانتا تو یہ قبرستان ان کے گھر ہیں جن کو ہوا نے اڑا کر ختم کر دیا ہے"......لیکن کیا کہا جائے واقعی (أحب شيء إلى الإنسان ما منعا) "انسان جس سے منع کیا جائے وہ اسے ہی محبوب سمجھتا ہے"......اس لئے قرآن مجید کو چھوڑ کر دنیا میں لگ جانا اور پھر جنت کی امید رکھنا ایسا ہی ہے جیسے

ألقاه فی الیم مکتوفا ثم قال له　　　إیاک إیاک أن تبتل بالماء

"اس نے سمندر میں اس کو ہاتھ پاؤں باندھ کر پھینک دیا اور کہنے لگا کہ دیکھنا پانی میں بھیگ نہ جانا"......تو قرآن مجید کو چھوڑنے سے عذاب الٰہی تو پھر تیار ہے اس لئے زندگی کا کچھ پتہ نہیں کل کو کیا ہونے والا ہے بقول شاعر

إن اللیالی والأیام حاملة　　　ولیس یعلم غیر الله ما تلد

"دن اور رات حاملہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا جنیں گے"......یعنی کیا حالات ہوں گے تیرے موافق یا مخالف اس لئے محنت کر۔

بقدر الکد تنقسم المعالی　　　من طلب العلی سهر اللیالی

تروم العز وتنام لیلا　　　یغوص البحر من طلب اللآلی

"محنت کی بدولت ہی بلندیاں ملتی ہیں اور جو بلندیاں چاہتا ہے وہ راتوں کو جاگتا ہے (عزت کا) بلندی کا ارادہ بھی ہے لیکن رات کو سویا ہوا ہے (یاد رکھ) جو موتی چاہتا ہے اس کو سمندر میں غوطہ لگانا پڑتا ہے"......اس لئے استقلال سے دین کو سیکھنے اور سکھانے

میں لگ جا کیونکہ

فجهدك قد أبقاك في الذهن ثابتا　　فيبقى الذي أنجزت في الناس أنجما

فيبقى الذي علمته الناس قائما　　إلى أبد الآباد لن يتحطما

”تیری محنت ہی تجھے یاداشتوں میں ثابت رکھے گی اور جو تو لوگوں میں محنت کرے گا وہ ستاروں کی طرح چمکتی رہے گی اور جو لوگوں کو سکھائے گا وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوگی“...... (بلکہ اس کا صدقہ جاریہ تجھے نیکیوں کی شکل میں ملتا رہے گا) اس لئے میری سابقہ معروضات کو اگر حق سمجھتے ہو تو اس کو سینے سے لگا لو کیونکہ

میں خود غرض نہیں میرے آنسوؤں کو پرکھ کے دیکھ
فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

آخر میں میں اپنی کمزور ہتھیلیوں کو اٹھا کر یہ دعا کرتا ہوں کہ

يا كثير العفو عمن　　كثر الذنوب لديه

جاءك المذنب يرجو　　الصفح عن جرم يديه

أنا ضيف وجزاء　　الضيف إحسان إليه

”اے (بہت زیادہ) اس شخص کو معاف کرنے والے جس کے گناہ بہت زیادہ ہو چکے وہ گنہگار تیری معاف کی امید لے کر (اپنے گناہوں سے) آیا ہے اور وہ مہمان ہے اور مہمان کو اس کی جزا احسان دی جاتی ہے“...... ہمارے حال پر رحم فرما اور ہمیں قرآن مجید وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندہ رکھ اور اس پر قائم رکھ کر اور خاتمہ بالخیر فرما کر شہادت کی موت سے نواز اور ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنا (آمین ثم آمین)

فهرس المراجع والمصادر

١. فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ، دار السلام.

٢. سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني، الطبعة ، ١٤١٥ هـ.

٣. صحيح الجامع الصغير وزيادته للألباني، الطبعة، ١٤٠٨ هـ.

٤. إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل للألباني، ١٣٩٩ هـ.

٥. نيل الأوطار شرح منتقى الأخبار للشوكاني بتحقيق شيحا، الطبعة الأولى، ١٤١٩ هـ.

٦. عون المعبود شرح سنن أبي داؤد لشمس الحق العظيم آبادی، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ.

٧. تحفة الأحوذی للمبارکفوری بتحقيق معوض وعبد الموجود، الطبعة الأولى ١٤١٩ هـ.

٨. الموطا لمالک بن أنس بتحقيق شيحا، الطبعة الأولى ١٤١٨ هـ.

٩. سنن النسائی مع حاشية السندی بتحقيق شيحا، الطبعة الرابعة ١٤١٨ هـ.

١٠. سنن ابن ماجه مع تعليقات البوصيری بتحقيق شيحا، الطبعة الثانية ١٤١٨ هـ.

١١. سنن الدارمی للدارمی بتحقيق الشيخ محمود أحمد عبد المحسن، الطبعة الأولى ١٤٢١ هـ.

١٢. فتح القدير للشوكاني بتحقيق الدكتور عبد الرحمن عميرة، الطبعة الثانية ١٤١٨ هـ.

١٣. تفسير ابن كثير لابن كثير، الطبعة الثانية ١٤١٨ هـ.

١٤. المعجم الوسيط لإبراهيم مصطفى وإخوانه، الطبعة الثانية، المكتبة الإسلامية.

١٥. مسند أحمد للإمام أحمد، الطبعة ، المكتب الإسلامي.

١٦. أحسن التفاسير للشيخ صلاح الدين يوسف، الطبعة ١٤١٩ هـ.

١٧. المنجد (عربی، اردو) الطبعة یازدھم ١٩٩٤ م.

١٨. الجزاء من جنس العمل لسيد حسين العفاني، الطبعة الثانية ١٤١٧هـ.

١٩. دراسات في علوم القرآن لفهد الرومي، الطبعة السابعة ١٤١٩هـ.

٢٠. صيد الخاطر لابن الجوزي، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ.

٢١. فيض الرحيم الرحمن للدكتور عبد الله الطيار، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٢٢. التبيان في آداب حملة القرآن بتحقيق عبد القادر الأرنؤوط، الطبعة الثانية ١٤١٧هـ.

٢٣. القراءات وأثرها في التفسير والأحكام لمحمد بازمول، الطبعة الأولى ١٤١٧هـ.

٢٤. دليل الحيران على مورد الظمآن لإبراهيم المارغني، الطبعة الأولى ١٤١٥هـ.

٢٥. عمدة البيان في تجويد القرآن لصابر حسين محمد أبو سليمان الطبعة الأولى ١٤١٨هـ.

٢٦. رسم المصحف وضبطه للدكتور شعبان محمد إسماعيل، الطبعة الأولى ١٤١٩هـ.

٢٧. مسئولية النساء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر للدكتور فضل إلٰهي، الطبعة الثانية ١٤١٧.

٢٨. تحفة الأخيار بترتيب شرح مشكل الآثار للطحاوي، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ.

٢٩. جبيرة الجراحات في حجية القراءات لصهيب أحمد (المؤلف)، الطبعة الأولى ١٤٢٢هـ.

٣٠. فضل القرآن تعلمه وتعليمه لمحمد بن عبد الوهاب، الطبعة الأولى ١٤١٦هـ.

٣١. فضائل القرآن للنسائي بتحقيق الخولي الطبعة الأولى ١٤١٦هـ.

٣٢. صلاة التطوع لسعيد بن علي بن وهف القحطاني، الطبعة الأولى ١٤٢١هـ.

٣٣. متن الشاطبية للشاطبي، الطبعة الثالثة ١٤١٧هـ.

فہرس العناوین

درج ذیل کتب کے لئے رابطہ کریں

۱۔نماز نبوی	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۲۔تجدید ایمان	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۳۔اسلامی آداب زندگی	ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن
۴۔دیوبندیت	ڈاکٹر پروفیسر سید طالب الرحمٰن
۴۔تبلیغی جماعت کا اسلام	ڈاکٹر پروفیسر سید طالب الرحمٰن
۵۔کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں؟	سید توصیف الرحمٰن الراشدی
۶۔مومن کا تاج داڑھی	قاری صہیب احمد
۷۔عورت کا زیور پردہ	قاری صہیب احمد

برائے رابطہ:

۰۵۴۱۵۲۷۷۶

حقوق
القرآن الكريم
على المسلمين
تأليف
فضيلة الشيخ صهيب أحمد حفظه الله